ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳ جون سنہ ۱۹۶۰ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین • لاہور

ہدیہ چار آنے

"مُیدانِ عرفات سے خطاب"

مرحبا روزِ ازل سے حاملِ انوار تو — اور سعادت کے چمن کا محرمِ اسرار تُو
حبذا سارے جہاں میں مرکزِ اخیار تو — اللہ۔ اللہ۔ میزبانِ سیّدِ ابرار تُو

سرورِ عالم کے قدموں کے نشان تیرے نصیب
ذرّہ ذرّہ کہہ رہا ہے۔ ہیں جواں تیرے نصیب

قُدسیوں کی بھیڑ میں وُہ کون تھے ناقہ سوّار — مہرِ عالم تاب تھا۔ جن کی جبیں سے شرمسار
تُو نے دیکھی سیر ہو کر فخرِ عالم کی بہار — تیری دُنیا جنتِ فردوس سے تھی ہمکنار

آمنہ کے لالؐ کا خطبہ تیری قسمت میں تھا۔
اے خوشا۔ ایسا رفیع رُتبہ تیری قسمت میں تھا۔

اے بُلند اخترِ اُسامہؓ۔ اے ردیفِ مصطفےٰ — رشک کرتے تھے۔ ملائک تیری خدمت پر بجا۔
سایہ بانی سے تری مسرور تھے خیر الوریٰ — ہم عقیدت سے تُجھے کہتے ہیں۔ اِسلامی ہُما۔

زندگی تیری۔ محبّت کی ہے۔ رنگیں داستان
رحمۃ اللعالمین تھے۔ تجھ پہ ہر دم مہرباں

رُوزِ عرفہ تیری شوکت کا بیاں ممکن نہ تھا — زیرِ گردوں۔ تیرا ہم پلّہ جہاں۔ ممکن نہ تھا۔
سرزمیں ممکن نہ تھی۔ اَور آسماں ممکن نہ تھا — اجتماع تجھ سا کہیں۔ رشکِ جناں ممکن نہ تھا

ملتِ بیضا براہیمیؑ قبا اُوڑھے ہوئے
اُور فخرِ انبیاءؐ بھی اک ردا اُوڑھے ہوئے

جبلِ رحمت کی دُعائیں۔ اَور ذوق و آرزُو — ہر طرف قُدسی فضائیں۔ اُور حق کی جستجُو
نعرۂ لبّیک ہر سو۔ تا فلک نغماتِ ہُو — ہو گئے۔ لبریز سب کے ساقیا۔ جام و سبُو

ساری دُنیا سے یہاں عرفاں کے پیاسے آگئے
اے فرشتو! دیکھ لو قرآں کے پیاسے آگئے

تیرا میدانِ مقدّس مرکزِ سوز و سُرُور — حشر تک تاباں رہیں گے۔ تیرے ایّام و شہور
بخشتا ہے۔ اپنے بندوں کو یہاں ربِّ غفور — خوش نصیبوں کو تو حاصل ہو گیا۔ لُطفِ حضور

تیری وادی جنّتِ فردوس کی تصویر ہے
مرجعِ مردانِ حق ہے۔ عشق کی تعبیر ہے

لال دین اختر

هفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۶ | جمعۃ المبارک ۷ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۳ جون ۱۹۶۰ء | شمارہ ۴

عید قرباں

یہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔ اس کی دسویں تاریخ کو ساری دنیا کے مسلمان عید قربان کی تقریب مناتے ہیں۔ عید قربان سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس شاندار اور بے نظیر قربانی کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے جو انہوں نے آج سے تقریباً چار ہزار سال قبل پیش کی تھی۔ اگرچہ قارئین کرام کو اس بے نظیر قربانی کے واقعات کا بخوبی علم ہے۔ لیکن ہم ان واقعات کو مختصراً پیش کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ تاکہ ذکر حبیب سے وصل حبیب کی سعادت نصیب ہو جائے۔

ع ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسی سال کی عمر میں اللہ تعالےٰ نے ایک فرزند ارجمند عطا فرمایا جن کا اسم گرامی حضرت اسماعیل علیہ السلام رکھا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے شیرخوار صاحبزادہ اور ان کی والدہ محترمہ کو مکہ معظمہ کی وادیٔ غیر ذی زرع میں آباد فرمایا۔ اور خود وہاں سے بغیر کچھ بتلائے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اہلیہ محترمہ دریافت کرتی ہیں تو جواب ندارد۔

بالآخر وہ خود ہی عرض کرتی ہیں کہ کیا آپ ہم کو اللہ تعالےٰ کے حکم سے یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اس کا جواب مثبت میں پا کر وہ عفت مآب خاتون فرماتی ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں کرے گا۔

اس غیر آباد سرزمین میں بیوی اور بچہ کیلئے نہ کوئی کھانے پینے کا سامان تھا۔ اور نہ جنگلی جانوروں سے ان کے بچاؤ کی کوئی صورت۔

اس طرح اعتماد علی اللہ کی جو بلند مثال دونوں میاں بیوی پیش کرتے ہیں وہ اگر ایک طرف انسانوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے تو دوسری طرف اس مشت خاک کے متعلق فرشتوں کی غلط فہمی کا ازالہ بھی کر دیتی ہے۔

شیرخوار بچہ جب پیاس سے تڑپنے لگتا ہے تو اس کو زمین پر لٹا کر ماں پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے درمیان سات بار چکر لگاتی ہے۔ جب تک بچہ منظر کے سامنے رہتا ہے۔ ماں آہستہ آہستہ چلتی ہے۔ جب نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو دوڑنے لگتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کو اس پاک طینت خاتون کی یہ ادا کچھ ایسی پسند آئی کہ ہر سال لاکھوں مسلمانوں

کے لیے صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا لازمی قرار دے دیا گیا۔ یہ تو ماں کی عزت افزائی ہوئی ادھر شیرخوار بچہ نے پیاس سے بے قرار ہو کر جب زمین پر اپنی ایڑیاں رگڑیں تو وہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ یہ چشمہ چاہ زمزم کے نام سے اب تک جاری ہے۔ لاکھوں حاجی ہر سال چاہ زمزم کے پانی سے خوب سیراب ہوتے ہیں اور واپسی پر ٹین وکنستر بھر کر اپنے گھروں کو لاتے ہیں تاکہ اپنے اعزہ و اقارب کو یہ تبرک پیش کر سکیں۔

چند سال بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس تشریف لاتے ہیں تو صاحبزادہ ماشاءاللہ بھاگتا دوڑتا اور میٹھی میٹھی باتیں کرتا نظر آتا ہے۔ اس زمانہ میں آپؑ خواب دیکھتے ہیں کہ آپؑ اس صاحبزادے کو ذبح فرما رہے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے خواب وحیٔ الٰہی ہوتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپؑ صاحبزادہ سے اپنے خواب کا ذکر فرماتے ہیں تو سعادت مند بیٹا بلا تامل عرض کرتا ہے کہ ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل فرمایئے۔ مجھے انشاء اللہ اس آزمائش میں آپ صبر کرنے والا پائیں گے۔ قربان جایئے دونوں باپ بیٹے پر جنہوں نے عالم ملکوت کے رہنے والوں کی نظروں میں انسانیت کا درجہ بلند کر کے خلیفۃ اللہ فی الارض کی لاج رکھ لی۔ علامہ اقبال مرحوم سعادت مند صاحبزادہ اور ان کے بزرگ والدین کے متعلق خوب فرما گئے ہیں۔

ع یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی۔
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آداب فرزندی۔

اس کے بعد دونوں باپ بیٹا اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کرنے کے لیے گھر سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر منیٰ کے مقام پر تشریف لے جاتے ہیں۔ ذبح کرنے کی جگہ پر پہنچنے سے پہلے شیطان لعین دونوں کو بہکانے کی تین بار کوشش کرتا ہے۔ لیکن دونوں اسکو کنکریاں مار کر بھگا دیتے ہیں۔ اس سنت کی پیروی ہر سال لاکھوں حاجیوں سے اس طرح کروائی جاتی ہے کہ وہ تین جگہ کنکریاں مارتے ہیں۔ بالآخر باپ ذبح کرنے کے لیے بیٹے کو زمین پر لٹا دیتا ہے اور بیٹا ذبح ہونے کے لیے لیٹ جاتا ہے۔ باپ چھری ہاتھ میں لے کر بیٹے کی گردن پہ اس کو چلا دیتا ہے۔ چونکہ چھری کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اجازت نہ ہو تو وہ کیسے ذبح کرے۔ اللہ تعالےٰ کو بیٹا ذبح کرانا مقصود نہیں تھا۔ اس لیے وہ چھری کو ذبح کرنے کی اجازت کیوں دیں۔ وہ تو باپ اور بیٹے کا امتحان لینا چاہتے تھے۔ جب دونوں اس امتحان میں کامیاب نکلے تو اللہ تعالےٰ نے ایک دنبہ بھجوا دیا جس کو ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کر دیا۔ عید قرباں ہر سال اس قربانی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے منائی جاتی ہے۔

اس قربانی کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں قربانی (کے جانوروں) کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے اس کے ہاں تمہارے دل کی پرہیزگاری مقبول ہے۔ یہی ارشاد باری تعالےٰ اس قربانی کی روح اور اس کا اصل مقصود ہے۔ اگر دل میں تقوےٰ نہ ہو تو قربانی کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ لیکن قربانی کے بغیر تقوےٰ کا حصول بھی ممکن نہیں۔ قربانی اور تقوےٰ لازم ملزوم ہیں۔ ذرا خیال کیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اپنے صاحبزادہ کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو جاتے

باقی صفحہ پر

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مغرب کے بعد کی سنتوں کا بیان

عَنْ مَكْحُوْلٍ يَبْلُغُ بِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ رُفِعَتْ صَلٰوتُهٗ فِيْ عِلِّيِّيْنَ مُرْسَلًا

ترجمہ۔ مکحول رض (تابعی) اس روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے اور کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھے۔ اور ایک روایت میں چار رکعت کے الفاظ ہیں اور نماز مغرب اور ان رکعتوں کے درمیان دنیا کی کوئی بات نہ کرے۔ اس کی یہ نماز مقام علیین میں پہنچائی جاتی ہے۔

تہجد کی نماز کا بیان

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَاُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ فَيَخْرُجُ۔ بخاری مسلم

ترجمہ۔ عائشہ رض کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد فجر تک کے درمیانی وقت میں گیارہ رکعت نماز پڑھتے اور ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر کی اسی میں شامل کر لیتے۔ یعنی گیارھویں اور وتر کی اس رکعت میں اتنا لمبا سجدہ کرتے۔ جتنی دیر میں تم میں سے کوئی پچاس آیتیں پڑھے۔ پھر جب مؤذن فجر کی اذان سے فارغ ہوتا اور صبح کی روشنی پھیل جاتی تو آپ کھڑے ہو جاتے اور دو ہلکی رکعتیں (فجر کی دو سنتیں) پڑھتے پھر اپنی کروٹ پر لیٹ جاتے۔ یہاں تک کہ مؤذن آپ کے پاس نماز کی تکبیر کہنے کی اجازت حاصل کرنے آتا۔ اور آپ نماز کو تشریف لے جاتے۔

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَاِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ مسروق رض کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا سوال کیا۔ یعنی آپ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کبھی سات رکعتیں۔ کبھی نو اور کبھی گیارہ۔ علاوہ فجر کی دو سنتوں کے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فَتَحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ اَوْ بَعْضُهٗ قَعَدَ فَنَظَرَ اِلَى السَّمَاءِ فَقَرَاَ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ اِلَى الْقِرْبَةِ فَاَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِي الْجَفْنَةِ ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءًا حَسَنًا بَيْنَ الْوُضُوْئَيْنِ لَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ اَبْلَغَ فَقَامَ فَصَلّٰى فَقُمْتُ وَتَوَضَّاْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَاَخَذَ بِاُذُنِيْ فَاَدَارَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَتَتَامَّتْ صَلٰوتُهٗ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاٰذَنَهٗ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ وَكَانَ فِيْ دُعَائِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّسَارِيْ نُوْرًا وَّفَوْقِيْ نُوْرًا وَّتَحْتِيْ نُوْرًا وَّاَمَامِيْ نُوْرًا وَّخَلْفِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا وَّزَادَ بَعْضُهُمْ فِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا وَّذَكَرَ وَعَصَبِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ وَشَعْرِيْ وَبَشَرِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا وَاجْعَلْ فِيْ نَفْسِيْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا وَّفِيْ اُخْرٰى لِمُسْلِمٍ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ نُوْرًا۔

ترجمہ۔ ابن عباس رض کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رات کو اپنی خالہ میمونہ رض کے ہاں رہا۔ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تھے۔ آپ نے تھوڑی دیر اپنی بیوی (میمونہ) سے باتیں کیں اور پھر سو رہے۔ پھر جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ گیا۔ اس سے کچھ کم تو آپ اُٹھے اور آسمان کی طرف دیکھا۔ اور یہ آیت پڑھی۔ ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف اللیل والنہار لاٰیت لاولی الالباب۔ یعنی آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں (آخر سورۃ تک پڑھی) پھر مشک کی طرف گئے اور اس کا مُنہ کھولا اور پیالہ میں پانی بھرا۔ پھر اچھی طرح وضو کیا یعنی نہ تو بہت پانی بہایا اور نہ زیادتی کی۔ پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی (یہ دیکھ کر) میں ابن عباس بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ وضو کیا اور آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرا کان پکڑا۔ اور بائیں جانب سے دائیں طرف پھیر دیا۔ پس پوری کیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعت۔ پھر آپ لیٹ گئے۔ اور سو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ اور آپ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ سوتے تو خراٹے لیتے۔ اس کے بعد بلال رض نے اذان دی اور آپ کو نماز کی تیاری سے آگاہ کیا۔ آپ اُٹھ بیٹھے اور بغیر وضو کئے نماز پڑھ لی اور آپ کی وہ دعا جو سنتوں اور فرضوں کے درمیان آپ مانگتے یہ تھی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّسَارِيْ نُوْرًا وَّفَوْقِيْ نُوْرًا وَّتَحْتِيْ نُوْرًا وَّاَمَامِيْ نُوْرًا وَّخَلْفِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا۔ یعنی اے اللہ میرے دل میں نور پیدا کر۔ میرے آنکھوں میں نور دے۔ میرے کانوں میں نور۔ میرے داہنی جانب نور میری بائیں طرف نور۔ میرے اوپر نور۔ میرے نیچے نور۔ میرے سامنے نور میرے پیچھے نور اور پیدا کر میرے واسطے نور۔ اور

باقی برصفحہ

خطبہ یوم الجمعۃ ۳۰ر ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۹ء مطابق ۲۷ر مئی سنہ ۱۹۶۰ عیسوی

از جناب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب در دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٥ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔ اَمَّا بَعۡدُ

تمہید۔ میں عموماً مردوں اور عورتوں سے یہی کہا کرتا ہوں کہ جمعہ کا خطبہ تبرکاً آپ کی خدمت میں پیش نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اصلاح حال کیلئے ہوتا ہے صرف ثواب نہ سمجھا کیجئے بلکہ اصلاح حال کیلئے سنا کیجئے۔ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کرتا ہوں میں تو صرف کتاب وسنت کا ترجمان ہوں۔ مرد یا عورت۔ جو بھی خطبہ سُن کر اس پر عمل کریگا یا کریگی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیگا۔ وہ مردوں کو بھی بخش دے گا اور عورتوں کو بھی بخش دے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے:۔ جسم اور رُوح۔ روح جسم سے ملا ہُوا ہے تو انسان زندہ کہلاتا ہے جسم کی راحت اور رنج کے اسباب اور ہیں اور روح کے اور ہیں۔ جسم کی بیماریاں اور ہیں اور روح کی اور ہیں جسم کی بیماریوں سے شفایابی صحت ہے اور روحانی امراض سے شفایابی کا نتیجہ داخلہ جنت ہے جسم کی بیماری یا صحت قبر تک ہے اور اگر خدانخواستہ روحانی صحت بگڑ جائے تو اس کا انجام دوزخ ہے۔

اگر آپ میری معروضات کو قبول کرلیں گے اور عملی جامہ پہنائیں گے۔ تو قبر جنت کا باغ بن جائے گی۔ میرا مقصد ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ میرے مخاطب مرد ہوں یا عورت سب کو اللہ تعالےٰ روحانی صحت نصیب فرمائے۔ میری زندگی کا نصب العین یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے حق بیان کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔

جمعہ ثواب بھی ہے اور عذاب بھی۔ جمعہ متبرک ہوگا اور جمعہ گناہ معاف کراتا ہے۔ اگر جمعہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوا تو قبر جنت کا باغ بن جائیگی اور اگر خدانخواستہ جمعہ قبول نہ ہوا تو قبر دوزخ کا گڑھا بن جائیگی اور اس چیز کا پتہ تب لگے گا جب کہ قبر میں جائیں گے روحانی صحت ٹھیک ہے تو خوشحال ہے اور اگر روحانی صحت ٹھیک نہیں ہے تو بدحال ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اور آپکی قبروں کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین۔ آج کی معروضات کا عنوان یہ ہے:۔

گُم گشتگان راہِ ہدایت ہوش میں آئیں اور میری معرُوضات کان لگا کر سُنیں

آج کل دنیا داروں میں ایک آسودہ حال طبقہ علمائے کرام کی توہین کے درپے ہے۔ اور ان کی رہنمائی جو کتاب وسنتہ پر مبنی ہوتی ہے۔ اسے ملّانوں کی باتیں کہہ کر یا ملّا ازم کہہ کر جان چھڑا لیتا ہے۔

کتاب وسنتہ

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی چلی آتی ہیں۔ ان کتاب و سنتہ کے احکام کی ترجمانی کرکے تمہیں سنانے والوں کی توہین کرنے والو۔ یہ روحانی بیماری آج کل کی پیدا شدہ نہیں ہے۔ جس میں تم مبتلا ہو۔ بلکہ یہ بیماری بلحاظ اطلاع خدا تعالیٰ کے ہزارہا برس سے چلی آ رہی ہے۔

گوش ہوش سے سنو

سورۃ الذاریٰت ع ۳ پ ۲۷ میں ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا قَالُوۡا سَاحِرٌ اَوۡ مَجۡنُوۡنٌ ٥ اَتَوَاصَوۡا بِهٖ ۚ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ طَاغُوۡنَ ٥

ترجمہ۔ اسی طرح ان کے پہلوں کے پاس جب کبھی کوئی رسول آیا تو انہوں نے یہی کہا کہ جادوگر یا دیوانہ ہے۔ کیا ایک دوسرے سے یہی کہہ کر مرے تھے (کہ یہ پچھلے پہلوں کی وصیت پر عمل کر رہے ہیں) نہیں وہ خود ہی سرکش ہیں۔

میرے زمانہ کے گُم گشتگان راہ ہدایت

بھائیو۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغمبر تو کوئی نہیں آئے گا۔ البتہ آپ کی اُمت میں سے علماء کرام ہی پیغام کتاب و سنۃ ہاتھ میں لے کر تمہاری راہ نمائی کے لئے میدان میں آئینگے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حضرات کے سپرد اپنا علم کر گئے ہیں فرمان نبویؐ ملاحظہ فرمایئے۔ اَلۡعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡاَنۡبِیَاءُ لَمۡ یُوَرِّثُوۡا دِیۡنَارًا وَّلَا دِرۡهَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الۡعِلۡمَ۔ ترجمہ۔ عالم ہی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام درہم اور دینار ان کیلئے نہیں چھوڑ گئے۔ بلکہ سوائے اس کے نہیں کہ وہ علم جو خدا تعالےٰ سے انبیاء علیہم السلام نے پایا تھا۔ اس علم کے حامل علماء کرام ہی ہیں۔

لہٰذا

اس دین کی اشاعت کے باعث جو ناعاقبت اندیش ان انبیاء علیہم السلام کو ساحر یا مجنون کہا کرتے تھے۔ اسی طرح مسلمانوں میں سے ایک ناعاقبت اندیش طبقہ ان حضرات علماء کرام کو جو کتاب و سنتہ والے پیغام کے حامل ہیں۔ انہیں توہین آمیز لفظوں سے یاد کرتا ہے۔ یہ ملانوں کی باتیں ہیں۔ یا یہ تو ملا ازم ہی ہے۔ اس قسم کے الفاظ سے یہ ناعاقبت اندیش طبقہ مسلمانوں کا سمجھتا ہے کہ میں نے ان کا مذاق اُڑا کر اپنی جان چھڑا لی نہیں نہیں

بلکہ

وہ علماء کرام کامیاب ہوگئے۔ کیونکہ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو یہ نہیں کہہ سکوگے کہ اے اللہ ہمارے زمانہ میں تو تیرا کوئی بندہ میری طرف سے پیغام حق پہنچانے والا آیا ہی نہیں تھا۔

کوئی بعید نہیں

کہ اللہ تعالےٰ اپنے اوپر سے ان کے الزام کو رفع کرنے کے لئے انہیں حضرات علماء کرام کا نام لے۔ کہ کیا فلاں عالم تمہارے زمانہ میں تمہارے پاس میرا پیغام حق لے کر آیا تھا یا نہیں۔ یہی مضمون قریب قریب حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مترجم قرآن شریف میں سورہ نساء کے ساتویں رکوع کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے

اے ناعاقبت اندیش گروہ،

تمہیں معلوم ہے کہ علماء کرام کے مبارک وعظوں سے جو کتاب وسنتہ پر مبنی ہوں تم پر اتمام حجۃ ہو رہا ہے۔ حق گو علماء کرام اللہ تعالےٰ کی

ذات منبع برکات کو تمہارے اعتراضات سے بری کر رہے ہیں۔ تاکہ تم قیامت کے دن لاعلمی کا عذر نہ کر سکو۔

حق گو علماء کرام یہی تو فرماتے ہیں

کہ اے اللہ کے بندو شرک اور کفر اور نفاق سے توبہ کرو۔ نماز روزہ۔ زکوٰۃ اور حج (جس پر فرض ہو جائے) تو ادا کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔ کیونکہ آپ ہی کو انسانوں کے لئے نمونہ بنا کر پیش کیا ہے۔ ارشاد خداوندی قرآن مجید میں موجود ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ۝ (سورۃ الاحزاب ع ۳۔ پ ۲۱۔) ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے

اے ناعاقبت اندیش طبقہ

تمہاری اس بگڑی ہوئی حالت کا نقشہ انگریزی حکومت کے آخری زمانہ میں کھینچ کر نفیس خلیلی مرحوم امرتسری نے اپنی مطبوعہ کتاب "مسلمان عورت" میں دکھایا تھا اور وہ کتاب عام ملتی تھی۔ اس میں یہ شعر ہیں۔

مسلمان عورت ہے یا مرغ آبی
کہ سینے کو تانے چلی جا رہی ہے
زمیں بار عصیاں سے تھرا رہی ہے
وہ نامرد دولھا ہے جسکی دلھن ہے
وہ ملعون بھائی ہے جسکی بہن ہے

اے ناعاقبت اندیش طبقہ

تو پھر اپنے آپ کو صحیح معنی میں مسلمان بنا۔ حق پرست علماء کرام کی صحبت میں لوٹ کر آ اور اسلام ان سے سیکھ اور ان کے بیان کردہ اسلام جو کتاب اللہ تعالےٰ (قرآن مجید) اور سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ پر مبنی ہوگا اس اسلام کو اپنا۔ تاکہ تیرا انجام بخیر ہو۔ پھر تو منکر نکیر فرشتوں کو بھی جب پوچھیں گے مَنْ رَبُّكَ تو جواب دے گا رَبِّيَ اللّٰهُ اور پوچھیں گے مَا دِينُكَ تو کہے گا دِينِيَ الْإِسْلَامُ اور جب پوچھیں گے "مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ" تو کہے گا هُوَ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ۔ ورنہ تینوں سوالوں کے جواب میں ناعاقبت اندیش طبقہ کے افراد جن کو دین اسلام سے کوئی مس نہیں ہوگا۔ جو حق پرست علماء کرام سے دین سیکھنے کی بجاء ان پر مذاق اڑاتے تھے۔ تینوں سوالوں کے جواب میں کہینگے۔ ہائے ہائے لَا اَدْرِيْ ترجمہ اس کا یہ ہے۔ ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ تب قبر جہنم کا گڑھا بن جائیگی۔ وما علینا الا البلاغ۔ اے ناعاقبت اندیش طبقہ کے مسلمانو۔ کیا تمہیں کہیں یہ خطرہ تو لاحق نہیں ہو رہا کہ حق پرست علماء کرام کے پاس جائیں گے۔ تو دین سیکھنے پر کچھ ان کو ضرور دینا تو پڑیگا۔

نہیں نہیں

وہ اللہ تعالےٰ کے خدا پرست بندے اللہ تعالےٰ کا دین تمہیں مفت سکھائینگے اور اس محنت اور جانفشانی کا اجر اللہ تعالےٰ جل شانہٗ سے پائیں گے۔ اللہ تعالےٰ نے ایسے ہی حق پرست اللہ والوں کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ) الآیہ (سورۃ الطلاق ع ۱ پ ۲۸) ترجمہ۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کی نجات کے لئے کوئی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اُسے گمان بھی نہو۔ اسی اعلان الٰہی کی بنا پر میں کہا کرتا ہوں کہ اے

دنیا دارو

کہ آپ اللہ تعالےٰ سے رزق مِنْ حَيْثُ يَحْتَسِبُ کھاتے ہو اور اللہ والے مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ کھاتے ہیں۔ مثلاً ایک دکاندار کو معلوم ہے کہ میں نے لوگوں کو کام آنے والی چیزیں دس ہزار کی مالیت کی خرید کر دکان میں لا کر رکھ دی ہیں۔ ان چیزوں کے حاجتمند جب آئیں گے تو ایک روپیہ کی چیز پر دو آنے کا نفع تو ضرور دے ہی جائیں گے۔ اس لئے دس ہزار پر ماہوار مجھے سو ڈیڑھ سو روپیہ نفع کا مل ہی جائیگا اور

اللہ والے

اپنا سارا وقت دین کی اشاعت تبلیغ پر محض اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کے لئے صرف کرتے ہیں اور ضروریات دنیاوی کا ذمہ دار اللہ تعالےٰ کو بناتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالےٰ پر یقین ہوتا ہے کہ جب ہم اس کے کام میں مصروف ہونگے تو وہ ضرور ہی ہمارا اور ہمارے بال بچوں کا خیال رکھے گا۔ اور کسی نہ کسی ذریعے سے ہمیں رزق پہنچائے گا۔

اعلان الٰہی ملاحظہ ہو

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۝ (سورۃ الطلاق ع ۱۔ پ ۲۸)

ترجمہ۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے۔ جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے سو وہی اس کو کافی ہے۔

دعا

اللہ تعالےٰ نے جس طرح ہمارے اسلاف سے اشاعت اسلام کی خدمت اس طریقہ سے لی ہے۔ اسی طرح ہم سے بھی خدمت اسلام اسی طریقہ سے لے اور ہمارے اخلاف سے بھی لے۔ آمین

اشاعت قرآن مجید میں ضرورت حدیث

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ بلند پایہ عالی مرتبت انسان کی کلام کو ہر شخص یکساں نہیں سمجھ سکتا۔ استعداد عالیہ والے تو سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن ناقص العقل بعض حصول کو نہیں سمجھتے۔ اس لئے ان سادہ لوحوں کو اس حصہ کلام کے سمجھنے کے لئے قابل ترین آدمی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جب قابل ترین انسانوں کی کلام کو سمجھنے والوں کی یہ حالت ہے تو خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی کلام پاک سمجھنے والوں کا بطریق اولیٰ یہی حال ہوگا کہ مراد الٰہی کے سمجھنے کے لئے تمام انسان یکساں نہیں ہوں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جو فہم سلیم انبیاء علیہم السلام بالخصوص سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا ہے۔ وہ اور کسی انسان کو نصیب نہیں ہو سکتا۔

لہذا

اللہ تعالیٰ کی مراد سمجھنے کے لئے سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی کو بھی بعض موقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر دستک دیئے بغیر چارۂ کار نہ ہوگا۔

کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود فرمایا ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ترجمہ "کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا" یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر ارشاد کا مطلب سمجھنے کے لئے کسی دوسرے انسان کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ بلکہ خود بخود دل میں من جانب اللہ القا ہو جاتا ہے

لہذا اس القاء الٰہی

کو علماء کرام حدیث شریف کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ لہذا علماء کرام اور ان کی برکت سے مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف بھی وحی الٰہی ہے۔ البتہ قرآن مجید کو حضرات علمائے کرام کی اصطلاح میں وحی جلی کہا جاتا ہے اور حدیث شریف کو وحی خفی۔ (یعنی یہ وحی جبریئل علیہ السلام کے ذریعہ تو القاء نہیں ہوئی۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کے دل مبارک پر القاء فرما دی ہے۔ اس لئے

اہل السنۃ والجماعۃ

کے ہاں یہ دونوں قسم کی وحی واجب الاتباع ہے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

ضرورت حدیث کا انکار کرنیوالوں

سے ایک سوال

اگر آپ اہل السنۃ والجماعۃ کے اجماعی فیصلہ کا انکار کرتے ہیں تو پھر میں آپ سے

ایک سوال

کرتا ہوں کہ حدیث کا انکار کرنیکے بعد قرآن شریف کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی مراد کا تعین کیسے ہو سکے گا۔ مثلاً قرآن مجید میں ارشاد اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کا تو ہے۔ لیکن نماز کس طرح ادا کی جائے۔ انکار حدیث کرنیوالے احباب پھر اپنے خیال کے مطابق اس سوال کا جواب بنائیں گے۔ دوسرا گروہ منکرین حدیث کوئی اور تجویز کرے گا تیسرا گروہ کوئی اور صورت تجویز کریگا

پھر یہ فرمایئے

کہ پھر کس جماعت کو آپ حق پر کہیں گے۔ اب تو

اہل السنۃ والجماعۃ

کے ہاں نماز کی وہی صورت مراد الٰہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ کر دکھائی ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میرے حکم کی تعمیل اس طرح پر کریں۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرکے دکھائی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا (سورۃ الاحزاب ع ۳ - پ ۲۱)۔ ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

لہذا

اہل السنۃ والجماعۃ کی نماز تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور آپ جو تجویز کرینگے اس کے مراد الٰہی کا کیا ثبوت ہے۔

اسی طرح زکوٰۃ کا سوال ہے

اگر آپ اہل السنۃ والجماعۃ والی زکوٰۃ کی معنی نہیں مانتے تو پھر آپ کی تجویز کردہ معنی کا کیا ثبوت ہے کہ یہی مراد الٰہی ہے۔ اہل السنۃ والجماعت کے ہاں تو یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی یہ معنی بیان فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیان پر مہر تصدیق لگائی ہے۔ کہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی o اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی o سورۃ النجم ع ۱ - پ ۲۷) ترجمہ۔ اور نہ وہ (پیغمبر) اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔

لہذا

ثابت ہوا کہ نماز اور روزہ وغیرہ احکام الٰہی کی جو تصویر آپ فرماتے ہیں وہ سب القاء الٰہی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

(بقیہ) اَحَادِیْثُ الرَّسُوْل صفحہ ۵ سے آگے

بعض راویوں نے یہ الفاظ بھی دعا میں لکھے ہیں وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا اور میری زبان میں نور اور بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ فِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ لَحْمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا۔ یعنی میرے پٹھوں میں نور۔ میرے گوشت میں نور میرے خون میں نور۔ میرے بالوں میں نور اور میری جلد میں نور پیدا کر۔ اور بخاری ومسلم کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ وَاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا اَوْ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا۔ یعنی اور میری جان میں نور اور بڑا کر میرے واسطے نور اور مسلم کی ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا۔ یعنی اے اللہ مجھ کو نور عطا فرما۔ آمین یا الٰہ العالمین

بقیہ:۔ عید قربان صفحہ ۳ سے آگے

ہیں۔ ہم سے بیٹوں کی قربانی نہیں مانگی جاتی صرف جانور کی قربانی کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اگر ہم اس کا بھی بدل تلاش کرنے لگ جائیں تو تقوے کا تصور بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو سنت ابراہیمی کے اتباع میں قربانی کرنے کی توفیق اور اس کے ذریعہ تقوے کی لازوال نعمت عطا فرمائے۔ (آمین یا رب العلمین)

اتمام حجت کیلئے

ملک کے کونہ کونہ سے مرکزی نظام العلماء و دیگر علماء کرام کی طرف سے شائع شدہ آئین کمیشن کے سوالنامہ کے جوابات لاکھوں کی تعداد میں خود چھپوا کر گھر گھر پہنچا دیجئے۔ نیز ان جوابات کی کروڑوں دستخط شدہ تائیدیں صدر صاحب آئین کمیشن اسمبلی چیمبر زمال لاہور کے پاس بھجوا کر اپنی اسلام دوستی کا ثبوت پیش کیجئے۔

تاکہ قیامت کے روز اس دور کے ارباب اقتدار یہ عذر نہ پیش کر سکیں کہ اے اللہ ہمیں کسی نے تیرا پیغام نہیں پہنچایا تھا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ (ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا) اور ہمیں اس آیت کا علم کا بنا کر سکیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً الخ کی خبر نہ دی تھی۔ "اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

یہ یاد رہے کہ کتاب وسنت کے مقابلہ میں کوئی مغربی امریکی نظام یا خود ساختہ اسلام کا نفاذ ملک وقوم کیلئے ہرگز خوش آئند نہ ہو سکے گا۔

"خاموش مبلغ"

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۶ مئی سنہ ۱۹۶۰ء

آج ذکر کے بعد مخدوم و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

ذکر اللہ کی برکات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡدُ

پہلی چیز یہ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ اللہ تعالےٰ مجلس ذکر میں خلوص دل سے شمولیت کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ حلقۂ ذکر میں شامل ہونے کی برکات سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ دوزخ سے بچائے اور جنت میں داخلہ عطا فرمائے اور ہمارے حق میں ان سب فرشتوں کی شہادت قبول فرمائے جو حلقۂ ذکر میں شامل ہوئے ۔ جو اس نیت سے آئے گا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے ۔ جنت میں جائیگا ۔ اللہ تعالےٰ دوزخ سے بچائے گا ۔ قرآن مجید میں یہ آیت آتی ہے ۔ وَالذّٰکِرِیۡنَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ۝ (سورۃ الاحزاب پ ۲۲ ع ۵) ترجمہ ۔ اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مردوں اور بہت یاد کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور بڑا اجر تیار کیا ہے ۔

جو آدمی کثرت سے ذکر کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے ۔ کسی پر تشدد نہ کرے کسی پر ظلم نہ کرے کسی کو تکلیف نہ دے یہ بھی ذکر اللہ کے برکات میں سے ہے جو کثرت سے ذکر کرے گا ۔ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرلے گا اور جن لوگوں کے حقوق اس کے ذمہ ہیں سب کو راضی کرنے کی کوشش کرے ۔ اکثر حضرات کو ابھی تک گزشتہ ہفتے کا سبق پکا نہیں ہوگا اس سبق میں آیا تھا تعلق باللہ بھی ٹھیک رکھو اور تعلق بالمخلوق بھی ٹھیک رکھو مگر کسی کا تعلق کسی سے بگڑا ہوا ہے اور کسی کا کسی سے ۔ آپ میں سے کتنے ایسے ہیں جنہوں نے گزشتہ ہفتہ والے سبق پر عمل درآمد کیا ہے ۔ اگر ماں ناراض ہے تو اس کے پاس خود جا کر معافی مانگی ہے اور اسے راضی کرلیا ہے یا بہن کے پاس جا کر اس کو منایا ہے ۔ یا جس کسی سے بھی تعلق بگڑا ہوا تھا ۔ اس کو درست کیا ہے ۔ میرا خیال ہے کہ ابھی تک آپ میں سے سب نے اس پر عمل نہیں کیا ۔ کسی کا تعلق بیوی سے بگڑا ہوا ہے ۔ تو کسی کی ماں ناراض ہے ۔ ماں اگر بیٹے کو ڈانٹتی ہے ۔ تو بیٹا ماں کو مارتا ہے ۔ کسی کا باپ سے تعلق خراب ہے اگر وہ تیز ہوتا ہے تو یہ بھی تیز ہو جاتا ہے ۔ والدین سے خدمت لیتا ہے لیکن والدین کی خدمت جو اس کے ذمہ ہے وہ نہیں کرتا ۔ وہ بوڑھی ہوگئی ہے اور تم جوان ہو ۔ شرم نہیں آتی ۔ ایسی محسنہ کا احترام کیوں نہیں کرتے ۔ حضورؐ کا ارشاد ہے ۔ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ وہ دونوں (والدین) تیرے لئے جنت ہیں اور تیرے لئے دوزخ ہیں ۔ ماں کی بد دعا میں یہ طاقت ہے کہ دوزخ میں پہنچائے گی ۔ اللہ تعالےٰ بڑھیا کی آہ سے دوزخ میں ڈالے گا ۔ باپ بوڑھا ہے اور یہ جوان ہے ۔ دماغ میں طاقت ہے سامنے بکتا ہے ۔ بے ادبی کرتا ہے ۔ غرضیکہ شاید بہت کم خوش قسمت احباب اس بے ادبی سے بچے ہوئے ہونگے معلوم ہوتا ہے یہ سبق پکا نہیں آٹھ دن میں انانیت تھوڑے نکل گئی ہے ۔ اللہ تعالےٰ کو یاد کرنیکی برکت یہ ہے کہ سب سے تعلقات نبھائے ۔ خدا ترسی اور خدا کا خوف یہ مومن کامل کی شان ہے کثرت ذکر الٰہی کرنے کی برکت سے بہشت تو ملے گا ۔ اس کی برکت سے تعلق بالمخلوق بھی درست ہو جائیگا ۔ اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہو ۔ کثرت سے ذکر کرتے ہو تو ماں پر کیوں ظلم کرتے ہو ۔ بیوی کے حقوق کیوں ادا نہیں کرتے ۔ اگر بیوی دوسری ہے تو پہلی اولاد کے حقوق کیوں ادا نہیں کرتے ۔ میری عمر ۷۵ سال کی ہے ۔ میں نے ایسا کوئی نہیں دیکھا کہ دوسری شادی کی ہو اور پہلی اولاد کی صحیح تربیت و نگرانی کرتا ہو ۔ پنجابی میں ایک ضرب المثل ٹھیک مشہور ہے ۔ جس کا مطلب یہ ہے ۔ ماں دوسری اور باپ تیسرا ۔ بیوی دوسری آئی ۰۰۰۰ اور پہلی اولاد کے معاملہ میں عقل پر پتھر پڑ گئے ۔ بیوی اپنے شوق سے لائے ہو تو اولاد پر ظلم کیوں ۔ بیوی ایسی محبوبہ ہوتی ہے کہ اولاد کے حقوق بھول گئے ۔ میری نظر میں تو ایسا کوئی نہیں ہے کہ حقوق اللہ کو بھی نبھائے اور حقوق العباد کو بھی ۔ اگر کثرت سے ذکر الٰہی کرتے ہو تو ان مظلوموں پر بھی ظلم نہ کرو ۔ کہیں ان کی بد دعا سے خدا ناراض نہ ہو جائے ماں بڑھیا ہے آہ بھرے گی ۔ آنسو بہائیگی خدا ناراض ہو جائے گا ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

میرے پاس کئی مائیں آتی ہیں اور کہتی ہیں ۔ "منڈا آکھے نہیں لگدا" ۔ تعویذ دے دو ۔ کثرت ذکر الٰہی کی برکت سے اصلاح ہونی چاہیئے ۔ اور کثرت ذکر الٰہی کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ کسی پر ظلم نہ کرے گا ۔ کسی کی حق تلفی نہیں کرے گا ۔ خدا سے ڈرے گا ۔ کسی کا دل نہ دکھائیگا ارشاد باری تعالےٰ ہے ۔ وَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا ۔ ان دونوں (والدین) کو اُف بھی نہ کہو (یعنی ٹھنڈا سانس بھی نہ بھرو دم بخود ہو جاؤ) اور انہیں ڈانٹنا بھی نہیں ۔ (یعنی کسی قسم کی گستاخی یا بے ادبی کے الفاظ منہ سے نہ نکالو ۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ ہفتہ بھر میں یہ سبق پک گیا ہو ۔ ماں سے ناراضگی ہے تو خود جا کر معافی مانگ لی ہو ۔ باپ سے ناراضگی ہے تو خود جا کر معافی مانگ لی ہو ۔ بھائیوں سے رنجش ہے تو خود جا کر معافی مانگ لی ہو ۔ بہنوں سے خود جا کر معافی مانگ لی ہو ۔ مجھے سب سے یہ امید نہیں کہ آٹھ دن میں ہر شخص نے اپنی اصلاح کرلی ہو ۔

دوسری بیوی چاہتی ہے کہ خاوند میرا ہی ہو جائے ۔ پہلی اولاد پر ظلم کراتی ہے میں ایسے کئی گھر جانتا ہوں ۔ سوتیلی ماں دشمن ہوتی ہے ۔ وہ چاہتی ہے کہ اولاد باپ سے بات بھی نہ کرے ۔ ایسی بیوی کے منہ پر دو تھپڑ لگاؤ ۔ بچے ہوٹل سے روٹی کھاتے ہیں ۔ تم کو شرم نہیں آتی ۔ بڑے عقلمند بڑے دانا بنے پھرتے ہو ۔ اولاد کی صحیح طور پر دیکھ بھال نہیں کرتے ۔ بڑوں کی بے ادبی کرتے ہو ۔

سابق ہندوستان میں شیطان بصورت انگریز آیا ۔ اس نے تربیت ہی ایسی دی نہ ماں کا ادب نہ باپ کا ادب ۔ جب اس نے سکولوں اور کالجوں میں ادب کی تعلیم ہی نہیں دی تو تمہیں ادب کیسے آتا ۔ علامہ اقبالؒ شکایت کر رہے ہیں ؎

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
... کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ گھر گئے ان کی چار پانچ سال کی چھوٹی بچی تھی۔ اس نے کوئی غلطی کی تو اس کو اصلاح کے لئے تھپڑ مار دیا۔ پاس ہی لڑکی کی دادی (حضرت مولانا کی والدہ) بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے جوتا اٹھایا اور چار پانچ جوتے مار دیئے۔ جب چھوڑ دیا تو مولانا کہنے لگے "بے بے تھک گئی ہو"۔ یہ ہے ادب۔ آج کل الٹا جواب دیتے ہیں۔ "بے بے تو چپ کر تینوں تاں عقل ہی نیں"۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ماں باپ کو اُف بھی نہ کہو۔ ان کے سامنے ٹھنڈا سانس بھی نہ بھرو تاکہ ان کو یہ بھی محسوس نہ ہو کہ بیٹا ناراض ہے۔ یہ گزشتہ سبق کی تشریح ہے۔ ابھی آپ کا گزشتہ ہفتہ والا سبق کچا ہے۔ اس لئے میں نے اس سبق کو دہرایا ہے۔ جب تم بکثرت اللہ اللہ کرتے ہو تو خدا کے احکام کی پابندی بھی کرو۔ اللہ تعالےٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر ذکر کرنے کا اثر یہ ہونا چاہیئے کہ اوامر کی تعمیل کرو اور منہیات سے بچو یعنی تعلق باللہ بھی ٹھیک رہے اور تعلق بالمخلوق بھی ٹھیک رہے۔ یہ میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اس کو کہتے ہیں تربیت یا تو آدمی اتنا عقلمند ہو کہ شیخ کے تیور سمجھ جائے۔ میرے احباب پر جو ذمہ داریاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آپ کو خود یہ احساس ہونا چاہیئے کہ مجھ پر کسی کا حق نہ رہے۔ میرا حق کوئی پورا کرے یا نہ کرے۔ یہ شرط نہ ہو کہ دوسرا میرا حق پورا کرے تو میں بھی کروں۔ بلکہ اپنا معاملہ ہر ایک سے درست رکھو۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہر ایک سے دعا لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر تم کسی کو ستاؤ گے اور وہ خود بدلہ نہیں لے سکتا۔ تو خدا تعالیٰ بدلہ لیگا۔

جب میں بیعت کرتا ہوں تو نصیحت کرتا ہوں۔ پانچ وقت نماز پڑھو۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں شاغل رہو۔ کم از کم ۱۰ تسبیح اللہ ہُو کی روزانہ پڑھو۔ اور اٹھتے بیٹھتے ہر جگہ ذکر الٰہی میں شاغل رہو اور تیسری بات یہ کہا کرتا ہوں کہ کسی انسان کا دل نہ دکھاؤ۔ حاصل یہ ہے کہ خدا کو بھی یاد کرو کہ خدا تعالیٰ سے تعلق ٹھیک ہو اور مخلوق خدا سے بھی تعلق ٹھیک رہے۔ خالق کو بعبادت اور مخلوق کو بخدمت راضی رکھا جائے۔ یہ آپ کی خیر خواہی ہے۔ تاکہ آپ دنیا میں اپنی ذمہ داریاں نبھا سکیں۔ خدا سے ڈریں اور اپنی ہستی فنا کرکے سب سے تعلق ٹھیک رکھیں ؎

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

اللہ تعالیٰ اس حلقہ ذکر میں شامل ہو کر ان باتوں کے سننے اور ان پر عمل کرکے جنت کا ٹکٹ حاصل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رُوحِ قُربانی

ڈاکٹر اقبال کے افکار کی روشنی میں

جناب محمد مقبول عالم صاحب بی اے لاہور

قربانی کیا ہے؟ اپنی محبوب شئے محبوب ترین ہستی کی خاطر قربان کرنا اور وہ محبوب ترین ہستی ذات باری تعالیٰ ہے۔ اسے دوسرے لفظوں میں عشق الٰہی کا کرشمہ کہہ سکتے ہیں۔ قربانی کی انتہائی صورت یہ ہے کہ جان قربان کی جائے۔ عشق الٰہی میں جان قربان کرکے موت قبول کرنا فنا نہیں ہے بلکہ یہ عین بقا ہے یہی وہ قربانی ہے جسے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہؑ پیش کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور یہی وہ قربانی ہے جسے امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پیش کرکے دکھایا۔ یہ وہ موت ہے۔ جس سے خود موت فنا کا شکار ہوتی ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے اپنی نظم "عشق اور موت" میں انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

فرشتہ تھا اک عشق تھا نام جس کا
کہ تھی رہبری اس کی سب کا سہارا
پئے سیر فردوس کو جا رہا تھا
قضا سے ملا راہ میں وہ قضا را
یہ پوچھا "ترا نام کیا؟ کام کیا ہے؟
نہیں آنکھ کو دید تیری گوارا
ہوا سن کے گویا قضا کا فرشتہ
اجل ہوں مرا کام ہے آشکارا
اڑاتی ہوں میں رخت ہستی کے پرزے
بجھاتی ہوں میں زندگی کا شرارا
مری آنکھ میں جادوئے نیستی ہے
پیام فنا ہے اسی کا اشارا
مگر ایک ہستی ہے دنیا میں ایسی
وہ آتش ہے، میں سامنے اس کے پارا
شرر بن کے رہتی ہے انساں کے دل میں
وہ ہے نور مطلق کی آنکھوں کا تارا
سنی عشق نے گفتگو جب قضا کی
ہنسی اس کے لب پر ہوئی آشکارا
گری اس تبسم کی بجلی اجل پر
اندھیرے کا ہو نور میں کیا گزارا
بقا کو جو دیکھا فنا ہو گئی وہ
قضا تھی شکار قضا ہو گئی وہ

(بانگ درا صفحہ ۴۹-۵۱)

قرآن حکیم نے بھی یہی فرمایا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں۔ وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں انہیں مردہ مت کہو۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (۲: ۱۵۴) ترجمہ اور جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں۔ انہیں مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ مگر تم محسوس نہیں کرتے۔

اسلام کی تاریخ تو ایسی قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔ یہ وہ تاریخ ہے جسکی ابتداء حضرت اسمٰعیل سے ہوئی اور انتہا حضرت حسینؓ پر۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ؎

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اسکی حسینؓ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

(بال جبریل صفحہ ۹۳)

ڈاکٹر صاحب مومن کی شان ہی یہ بیان کرتے ہیں کہ اُسے مر کر بھی موت نہیں آتی۔ فرماتے ہیں ؎

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

(ضرب کلیم صفحہ ۶۳)

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

(ضرب کلیم صفحہ ۲۵)

قربانی حق گوئی اور بے باکی کی آخری منزل ہوتی ہے۔ حق کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینا ہی مومن کی شان ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ؎

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جسکی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(بال جبریل صفحہ ۸۳)

جہاد میں موت کی بازی غلبہ حق کی خاطر لگائی جاتی ہے اور یہی موت ایک اعلےٰ ترین نیکی شمار ہوتی ہے۔ اگر غلبہ حق مقصود نہیں تو وہ محض جنگ ہے اور ایسی جنگ اسلام کا مقصود نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ؎

گر نگردد حق ز تیغ ما بلند
جنگ باشد قوم را نا ارجمند

ترجمہ۔ اگر ہماری تلوار سے حق بلند نہ ہو یعنی جنگ کا مقصود حق نہ ہو تو ایسی جنگ مسلمان قوم کیلئے مفید نہیں ؎

تیغ بہر عزت دین است و بس
مقصد او حفظ آئین است و بس

عید اضحیٰ کے چند فضائل و مسائل

جناب مولانا عبدالوہاب صاحب ملتانی

بقرہ عید کے پہلے دس دنوں کی فضیلت

(۱) حدیث:۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذوالحجہ کے ان دس دنوں کا نیک عمل اللہ تعالیٰ کو جتنا پسند ہے۔ اتنا ان دنوں کے علاوہ کا کوئی سا بھی عمل پسند نہیں۔ اس پر صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا جہاد بھی ان کے مقابلہ میں پسند نہیں۔ تو آپ نے فرمایا جی ہاں جہاد اتنا پسند نہیں۔ ہاں البتہ ایسے آدمی کا جہاد تو ان کے مقابلے پسند ہے جو جہاد کے لئے اپنا مال اور اپنی جان لے کر نکلا ہو اور پھر کچھ بھی واپس نہ لوٹا ہو۔

حدیث ۲۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ آپ نے ایک موقعہ پر یہ بھی فرمایا کہ پروردگار عالم کو جتنا ان دس دنوں میں عبادت کرنا پسند ہے۔ اتنا اور دنوں میں نہیں کہ ان میں کا ہر ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر درجہ رکھتی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۷۔ ۱۲۸ میں ہیں۔

حدیث ۳ اسی طرح حضرت قتادہ رضؓ کا بیان ہے کہ آپ نے ایک موقعہ پر یہ بھی فرمایا کہ عرفہ کے دن کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

حدیث ۴ اور حضرت عائشہ رضؓ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عرفہ کے روزہ کو ایک ہزار روزوں کے برابر فرمایا ہے۔ کذا فی الترغیب ص ۱۸۷ ج ۱

(فائدہ ۵) ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ یہ دن بڑی ہی فضیلت والے ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ جتنا ہو سکے ان دنوں میں خوب نیک عمل کریں۔ خصوصاً ان دنوں کے نو۹ روزے اگر ہو سکیں تو نہ چھوڑیں۔ ورنہ کم از کم عرفہ کا روزہ تو رکھ ہی لینا چاہیئے۔

البتہ حج کرنے والا اسے نہ رکھے۔ کیونکہ افعال حج کے ادا کرنے سے عاجز ہونے کا خطرہ ہے۔

قربانی کرنے کی فضیلت

حدیث ۱ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ صحابہؓ نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ قربانیاں جو ہم کیا کرتے ہیں۔ ان کا کیا مقصد ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اس پر صحابہؓ نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ تو کیا ہمیں بھی کچھ ثواب ملے گا۔ تو آپؐ نے فرمایا ہاں ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی۔ اس پر صحابہؓ نے ایک اور سوال کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو بالوں کے ثواب کا حکم ہوا اُون کے ثواب کا کیا حکم ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ اُون کے بھی ہر بال کے عوض نیکی ملے گی۔

حدیث ۲۔ اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے قربانی کے ذبح کے وقت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ اے فاطمہ اُٹھو اور اپنی قربانی کے پاس جا کر کھڑی ہو جاؤ۔ کیونکہ یہ موقعہ ایسا ہے کہ جس وقت بھی تمہاری قربانی کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرے گا اسی وقت تمہارے ہر گناہ کو بخش دیا جائیگا اور قیامت کے روز جس وقت ان کو تولنے کے لئے ترازو میں رکھا جائے گا تو ستر گنا زیادہ کرکے رکھا جائے گا۔ اس پر ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا یہ اتنا بڑا ثواب صرف اہل بیت کے لئے خاص ہے یا عام مسلمانوں کے لئے بھی اتنا ہی ثواب ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ جہاں اہل بیت کے لئے اتنا ثواب ہے۔ وہاں عام مسلمانوں کے لئے بھی اتنا ہی ثواب ہے۔

حدیث ۳۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو انسان خالص اللہ کے لئے قربانی کریگا تو یہ قربانی اس کیلئے جہنم سے آڑ بن جائیگی۔ کذا فی الترغیب ص ۲۰۰۔۲۰۱ ج ۱

قربانی کرنیوالے کے لئے احکام

مسئلہ ۱ قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ بقرہ عید کا چاند دیکھنے کے بعد سے لے کر قربانی کرنے تک بال ناخن وغیرہ نہ کٹوائے۔ لیکن اگر بال وغیرہ کٹوائے ہوئے چالیس دن گذر گئے ہیں تو پھر کٹوا لینے ہی چاہئیں۔ چاند دیکھ لیا گیا ہو۔ ورنہ گناہ ہوگا۔ شامی ص ۶۲۱ ج ۱

۲۔ بقرہ عید کی نویں تاریخ کی فجر کے وقت سے لے کر تیرھویں کی عصر تک بھی جو انسان شہر میں مقیم امام کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھے اسے ایک مرتبہ آواز سے تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے اور اسی طرح جو جماعت میں ایک دو رکعت ہو جانے کے بعد آکر شامل ہوا ہو۔ اسے بھی اپنی نماز پوری کرنے کے بعد تکبیر پڑھنا واجب ہے۔ اور تکبیر تشریق یہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ شامی ص ۶۲۰۔۶۱۹ ج ۱

۳۔ بقرہ عید کی دسویں تاریخ سے لے کر تیرھویں تاریخ تک روزہ رکھنا بالکل جائز نہیں۔ شامی ص ۹۱ ج ۲

۴۔ بقرہ عید کے دن مستحب یہ ہے کہ بقرہ عید کی نماز سے پہلے کچھ کھائے پیئے نہیں۔ چاہے قربانی کرنی ہو یا نہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص کھالے تو گناہ بھی نہیں۔ شامی ص ۶۱۸ ج ۱

۵۔ عید کی نماز کے لئے اگر صرف اتنی بھی نیت کر لے کہ میں یہ عید کی نماز اس امام کے ساتھ پڑھتا ہوں تو بھی نماز صحیح ہو جاوے گی۔ طحطاوی ص ۱۳۱۔۱۳۲

۶۔ عید کی نماز کی ترکیب یہ ہے کہ جب امام تکبیر کہے تو آپ بھی اس کے ساتھ تکبیر کہہ کر نیت باندھ لیں اور سبحانک اللھم آخر تک پڑھ کر خاموش ہو جائیں۔ اس کے بعد امام تین تکبیریں کہے گا۔ تو آپ بھی اس کے ساتھ ساتھ تکبیر کہتے جائیں اور کانوں تک ہاتھ اٹھا اٹھا کر لٹکاتے جائیں۔ البتہ ان تینوں تکبیروں میں سے آخری تکبیر میں ہاتھ اٹھانے کے بعد بجائے لٹکانے کے باندھ لیں۔ اس کے بعد عام نمازوں کی طرح یہ رکعت پوری کر لیں اور پھر دوسری رکعت میں امام الحمد اور سورت کے بعد تین تکبیریں کہے گا۔ ان میں بھی پہلی رکعت کی طرح کانوں تک ہاتھ اٹھا اٹھا کر لٹکاتے جائیں۔ بس پھر ان تکبیروں کے بعد امام چوتھی تکبیر رکوع کے لئے کہے گا تو آپ بھی بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں اور باقی نماز کو اور نمازوں کی طرح پوری کر لیں۔ شامی ص ۶۱۵۔۶۱۷ ج ۱

۷۔ قربانی کرنا ہر ایسے انسان پر واجب ہے کہ جو بالغ ہو اور کم از کم ½ ۵۲ تولہ چاندی یا چاندی کا زیور یا اتنی چاندی کے قیمت کے روپے یا سوداگری کا مال اسکے پاس عید کے دنوں میں موجود ہو۔ چاہے سال گذرا ہو یا نہ گذرا ہو اور چاہے مرد ہو یا عورت ہو اور چاہے علیحدہ علیحدہ رہتا ہو یا شاملات میں۔ بہرصورت جو بھی نصاب کا مالک ہوگا۔ اسی پر اپنی قربانی کرنا واجب ہو جائے گا۔ البتہ نابالغ بچہ پر نہ تو خود اس پر واجب ہے اور نہ اس کے وارث پر۔ اسی طرح جو شخص ان دنوں میں سفر پر ہو اس پر بھی واجب نہیں عالمگیری ص ۲۴۵ ج ۸

۸۔ قربانی جس طرح اپنی جانب سے کی جاتی ہے۔ اسی طرح اپنے فوت شدہ عزیز رشتہ دار کی طرف سے بھی کی جاسکتی ہے اور جس کو ثواب بخشنے کی نیت کی جائیگی اور اسی کو ثواب مل جائے گا۔ اور اس قربانی کے گوشت کو اپنی قربانی کے گوشت کی طرح استعمال کر سکتے ہیں اور اپنی قربانی کے گوشت کا حکم یہ ہے کہ تمام کا تمام اپنے استعمال میں لانا بھی جائز ہے اور تمام خیرات کرنا بھی جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ اگر اچھی حیثیت کا آدمی ہو تو دو تہائی گوشت اپنے عزیز و اقارب اور غربا میں تقسیم کر دے اور ایک تہائی خود استعمال کرے اور اگر اچھی حیثیت کا مالک نہ ہو اور بال بچے دار بھی ہو تو پھر تمام کا تمام خود ہی استعمال کرنا بہتر ہوگا۔ لیکن اگر کوئی وصیت کرکے مرگیا کہ میرے مال میں سے قربانی کر دینا تو اس کے سب گوشت کا صدقہ کر دینا ضروری ہے۔ وارث خود نہیں کھا سکتے۔ عالمگیری ص ۴۶ ج ۸ و شامی ص ۲۳۶ ج ۵

۹۔ اگر آپ اپنے کسی آدمی کی طرف سے جو زندہ ہے۔ قربانی کرنا چاہیں تو اطلاع اور اجازت حاصل کئے بغیر اسکی جانب سے قربانی کرنا درست نہیں۔ حتیٰ کہ اگر آپ نے اس بلا اجازت والی قربانی کا حصہ کسی گائے بھینس میں شامل کر دیا تو سب شریکوں کی بھی قربانیاں خراب ہو جائیں گی لہذا احتیاط سے کام لیں۔ عالمگیری ص ۴۴ ج ۸

۱۰۔ گائے بھینس کی قربانی میں یہ تو ضروری ہے کہ کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ اگر کسی کا کم ہوگا۔ تو سب کی قربانیاں خراب ہو جائیں گی لیکن ضروری نہیں کہ ساتویں حصہ سے زیادہ بھی نہ ہو۔ بلکہ پوری گائے میں صرف ایک حصہ یا صرف دو یا صرف تین یا چار یا صرف پانچ یا صرف چھ حصے بھی کرنے جائز ہیں۔ عالمگیری ص ۴۶ ج ۸

۱۱۔ قربانی میں صرف ایسے آدمی کو شریک کرنا جائز ہے۔ کہ جو ولیمہ یا عقیقہ کے لئے حصہ لینا چاہتا ہو۔ البتہ جو شخص صرف گوشت کھانے کی نیت سے حصہ لینا چاہتا ہو۔ یا کافر۔ مرتد شریک ہونا چاہتا ہو تو جائز نہیں۔ اگر کسی نے ایسے شخص کو شریک کر لیا۔ تو سب کی قربانیاں خراب ہو جائیں گی۔
عالمگیری ص ۴۶ ج ۸ مترجم

۱۲۔ قربانی کا گوشت چوڑھے چمیار کافر کو بھی دینا جائز ہے اور قصاب کو بھی دینا جائز ہے۔ البتہ ذبح کی اجرت میں نہ تو گوشت دینا جائز ہے اور نہ قربانی کے کسی اور جزء کو دینا جائز ہے۔
عالمگیری ص ۴۶ ج ۸ و شامی ص ۲۳۱ ج ۵

۱۳۔ قربانی کی کھال کا حکم یہ ہے۔ کہ کھال جب تک کھال ہے۔ ہر غریب و امیر اور سید وغیرہ غرضیکہ ہر ایک کو استعمال کرنا اور دینا جائز ہے۔ لیکن جب اسے بیچ کر پیسے بنا لئے جائیں تو پھر یہ انہی لوگوں کا حق ہو جاتا ہے کہ جن کو زکواۃ اور فطرہ دیا جاتا ہے۔ فتاویٰ مولانا عبدالحی ص ۲۷۶ ج ۲ و شامی ص ۲۳۱ ج ۵

۱۴۔ قربانی کرنے کے بعد اس جانور کی رسی۔ ہار۔ کمر پر ڈالنے کا کپڑا۔ گھنٹی یا اور کوئی ایسی چیز جو صرف اسی جانور کے استعمال کے لئے خریدی گئی ہو۔ سب کو خیرات کر دینا چاہیئے۔ شامی ص ۲۱۱ ج ۵

۱۵۔ قربانی کے جانور کی اون یا دودھ وغیرہ سے ذبح سے قبل کسی قسم کا نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ بلکہ خیرات کر دینا چاہیئے۔ البتہ اگر کوئی شخص جانور کو کھلاتا پلاتا ہو تو پھر جائز ہے۔ عالمگیری ص ۴۶ ج ۸

۱۶۔ جب کسی جانور کی اون کٹوانی ہو تو اسی اون کو اجرت میں دینا جائز نہیں
دُر مختار شامی ص ۲۳۹-۴۰ ج ۵

۱۷۔ اگر کوئی شخص مالدار ہونیکے باوجود کسی وجہ سے قربانی ادا نہ کر سکا ہو۔ تو اس کو چاہیئے کہ اسکی قربانی قضا کرے۔ اور قضاء کی صورت یہ ہے کہ یا تو قربانی کے ایک جانور کی قیمت محتاجوں کو دیدے یا ایک جانور کو خرید کر زندہ ہی خیرات کر دے۔ یا اگر ذبح کرکے خیرات کرنا چاہے تو بھی درست ہے۔ لیکن اس صورت میں اسکے گوشت یا کھال کو نہ تو خود استعمال کر سکتا ہے اور نہ دوسرے مالدار لوگ استعمال کر سکتے ہیں۔ بلکہ تمام کا تمام محتاجوں ہی کو دے دینا چاہیئے
عالمگیری ص ۴۵ ج ۸

۱۸۔ حلال جانور کے خصیئے (یعنی فوطے کپورے) کھانا بالکل جائز نہیں ہیں۔
شامی ص ۲۱۹ ج ۵

نوٹ۔ بعض لوگ یہ کہدیتے ہیں کہ ان کا کھانا طبعی مکروہ ہے۔ وہ غلط کہتے ہیں۔ یہ طبعی مکروہ نہیں۔ بلکہ شریعت کے حکم سے مکروہ تحریمی یا حرام ہیں۔

۱۹۔ اگر ذی الحجہ کی تاریخوں میں شبہ پڑ جائے تو بہتر ہے کہ بارھویں تاریخ سے قبل ہی قربانی کر دینی چاہیئے۔ اور اگر بارھویں تاریخ کو کریں تو پھر تمام کا تمام گوشت محتاجوں کو خیرات کر دینا چاہیئے

۲۰۔ قربانی کے لئے بقرہ عید کا دن زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ پھر اس سے کم دوسرا دن اور اس سے کم تیسرا دن فضیلت رکھتا ہے اور رات کے وقت ذبح کرنا جائز ہے۔ البتہ بہتر نہیں عالمگیری ص ۲۸۱ ج ۸

۲۱۔ اگر آپ کسی گائے بھینس میں شریک ہو کر قربانی کریں تو گوشت تقسیم کرنے میں اس بات کا خوب خیال رکھیں کہ صحیح صحیح وزن کرکے برابر کا حصہ لیں۔ اگر آپ کے پاس زیادہ آ گیا تو سود ہو جائے گا کہ جس کا کھانا بھی جائز نہوگا البتہ اگر سب شریک گھر ہی کے ایسے آدمی ہوں کہ ان میں سے ایک بھی اپنا حصہ علیحدہ نہ لینا چاہتا ہو تو پھر بغیر تولے بھی ہر ایک کو جتنا چاہے لینا۔ اور استعمال کرنا جائز ہے۔ شامی ص ۲۲۳ ج ۵

۲۲۔ قربانی کا جانور عید کی نماز کے بعد ذبح کرنا چاہیئے۔ اگر کسی نے نماز سے قبل ذبح کر دیا تو قربانی ادا نہ ہوگی۔ البتہ اگر کسی جانور کو دیہات میں لے جاکر ذبح کیا جائے تو بقرہ عید کے دن صبح صادق کے بعد بھی جائز ہے۔ درمختار شامی ص ۲۲۲ ج ۵

قربانی کے جانور کے احکام

۱۔ قربانی کا جانور جتنا زیادہ قیمتی ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔ عالمگیری ص ۴۶ ج ۸

۲۔ قربانی کے لئے بکرا بکری ایک سال سے کم جائز نہیں۔ خواہ خوب موٹا تازہ ہو اور گائے بھینس دو سال سے کم جائز نہیں اور اونٹ پانچ سال سے کم کا جائز نہیں

اور مینڈھا دُنبہ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ ایک سال کی عمر کے جیسا معلوم ہوتا ہو تو چھ ماہ کا بھی جائز ہے۔
عالمگیری ص ۴۵۵ ج ۸

۳۔ قربانی کا جانور ہر عیب سے بری ہونا چاہیئے۔ عیب دار جانور قربانی میں نہیں لگ سکتا۔ خواہ وہ عیب پیدائشی ہو یا بعد میں پیدا ہو گیا ہو۔ بہر حال جائز نہیں۔ مثلاً پیدائشی اندھا ہو۔ کانا یا بے کان ہو۔ یا بے ناک کا یا بے دانت ہو۔ یا گائے بھینس بے زبان کی ہو۔ یا تھن والے جانور بے تھن ہوں۔ ہر حال میں قربانی جائز نہیں۔

۴۔ اسی طرح اگر جانور پیدائش کے وقت بالکل صحیح سالم تھا۔ اور بعد میں اندھا یا کانا ہو گیا یا ناک کان کاٹ دیئے گئے ہوں۔ یا دانت تمام کے تمام یا اکثر گر گئے ہوں۔ حتیٰ کہ وہ گھاس خود زمین سے اکھیڑ کر پیٹ نہ بھر سکتا ہو یا گائے بھینس کی زبان کٹ گئی ہو یا تھن مر گئے ہوں تو بھی ہر حال میں ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

۵۔ اسی طرح جس جانور کی ناک یا ایک تہائی کان یا ایک تہائی دُم یا ایک تہائی تھن یا گائے بھینس کی ایک تہائی زبان کٹی ہوئی ہو یا ایک تہائی نگاہ چلی گئی ہو تو بھی ایسے جانور کا قربانی میں ادا کرنا جائز نہیں۔

۶۔ اسی طرح چار تھن والے کے دو تھن یا دو تھن والے جانور کا ایک تھن اگر پیدائشی مرا ہوا ہو یا بعد میں مر گیا ہو یا سرے ان کے کاٹ دیئے گئے ہوں تو بھی ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

۷۔ خسرے جانور کی (یعنی جس جانور میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں ہوں تو) قربانی جائز نہیں۔

۸۔ اسی طرح اگر چاروں پاؤں میں سے ایک پاؤں کٹا ہوا ہو یا اتنا زخمی ہو کہ چلنے میں اس سے سہارا نہیں لے سکتا تو بھی اس کی قربانی جائز نہیں۔
شامی ص ۲۲۷ ج ۵

۹۔ اسی طرح جو جانور بالکل ہی کمزور ہو یا ایسا مریض ہو کہ اس کا مرض صاف ظاہر ہو رہا ہو تو بھی اسکی قربانی جائز نہیں۔

۱۰۔ گیابھن کی قربانی بالکل جائز ہے کسی قسم کی خرابی نہیں۔ اگر بچہ زندہ نکل آئے تو اُسے بھی ذبح کر ڈالے

۱۱۔ سینگ ٹوٹا جانور ہر حال میں جائز ہے۔ البتہ صرف اس صورت میں جائز نہیں کہ جب سینگ بالکل جڑ ہی سے ٹوٹ کر دماغ کی ہڈی تک پہنچ گئے ہوں۔

۱۲۔ جس جانور کی پیدائشی دُم بالکل نہ ہو جس طرح پاکستان میں مینڈھوں کی ایک نسل ایسی ہی ہے۔ اسکی قربانی سے حتی الامکان بچنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسے جانور کی قربانی کے بارے میں ہمارے اماموں سے دونوں ہی باتیں منقول ہیں کہ بعض نے جائز کیا ہے اور بعض نے ناجائز لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ بچا جائے۔
شامی ص ۲۲۸ ج ۵ الشاۃ التی اذا لم یکن لھا اذن ولا ذنب خلقۃ قال محمد لا یکون ھذا ولو کان لا یجوز و ذکر فی الاصل عن ابی حنیفۃ انہ یجوز خانیہ۔ لیکن اگر کسی وجہ سے ایسے جانور کی قربانی کر دیگئی ہے۔ تو خیر۔ دوبارہ لوٹانا واجب نہیں۔ واللہ اعلم
از ۲ تا ۱۱ شامی ص ۲۲۷ تا ۲۲۹ ج ۵ و عالمگیری ص ۴۵۵ تا ص ۴۵۹

۱۳۔ اگر قربانی کا جانور خریدنے کے بعد ایسا عیب دار ہو جائے کہ جو قربانی میں نہ لگ سکے۔ تو اس کو بیچ کر دوسرا خرید لینا چاہیئے اور خریدنے میں اس بات کا خیال رکھیں کہ جتنی قیمت کا پہلا جانور خریدا گیا تھا۔ اس سے کم قیمت کا نہ ہو اور اگر اس سے کم قیمت کا خرید لیا ہو تو پھر جتنے کم پیسوں کا خریدا ہو۔ اتنے پیسے خیرات کر دینا چاہیئے۔ عالمگیری ص ۴۶۳ ج ۸

۱۴۔ بکرا بکری مینڈھا۔ دنبہ بے زبان کا جائز ہے۔ اسی طرح کھجلی والا اگر کمزور نہ ہو تو بھی جائز ہے۔ اسی طرح چرے ہوئے کانوں کا بھی جائز ہے۔ اسی طرح ذبح کے وقت اگر چوٹ وغیرہ لگ کر عیب دار ہو جائے تو بھی جائز ہے۔ اور جس جانور کے آنکھوں کی پتلیاں پھری ہوئی ہوں وہ بھی جائز ہے اور سوراخدار کانوں والا بھی جانور جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ بالکل بے عیب جانور ہونا چاہیئے۔ اس قسم کا جانور گو جائز ہے۔ لیکن مکروہ ہونے سے خالی نہیں۔

بقیہ رُوح قربانی صفحہ ۹ سے آگے

ترجمہ۔ تلوار فقط دین کی عزت اور غلبے کے لئے ہے اور اس کا مقصد آئین خداوندی کی حفاظت ہے۔ اسی غلبہ حق کی خاطر حضرت امام حسین رض نے بے سروسامانی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کوفہ کی طرف سفر کیا اور میدان کربلا میں جان عزیز قربان کی ڈاکٹر صاحب نے اس عظیم قربانی کا ذکر یوں کیا ہے

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است
مدعائے سلطنت بودے اگر
خود نکردے با چنیں ساماں سفر
سر ابراہیم و اسمٰعیل بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود

ترجمہ۔ حق کی خاطر خاک و خوں میں لوٹے اور اس طرح لا الہ کی بنیاد بن گئے اگر ان کا مقصد سلطنت حاصل کرنا ہوتا تو تھوڑے سے سامان کیساتھ سفر نہ کرتے حضرت امام حسین رض حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی قربانی کا راز تھے یعنی اس اجمال کی تفصیل ہے (رموز بیخودی صفحہ ۱۲۸)

عید الاضحیٰ اور دلائل وجوبِ قربانی

(حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور)

پاکستان جس کو دارالسلام کی شان رکھنا چاہیئے تعاجیرت ہے۔ کہ دو ایک سال سے یہیں عید الاضحیٰ اور قربانیوں کے متعلق مختلف عقل آرائیاں اور بے دینی کے مظاہرے کئے جا رہے ہیں۔ کچھ لوگ غلط فہمیوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ اور کچھ شکار بنائے جا رہے ہیں۔

......اس لئے اس مسئلہ پر ایک مفصل مضمون لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ اُمید ہے کہ ان غلط فہمیوں کی کھوکھلی بنیادیں صاف نظر آجائیں گی وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق

قربانی کا اعتقاد

قربانی فرض ہے یا واجب یا سنت اس میں کیا اختلاف ہے۔ یہ تو انشاءاللہ آئندہ پیش ہوگا اوّل یہ عرض کرنا ہے۔ کہ قربانی کا حکم شرعی ہونا اور اس کا شرعی حکم ہونے کا اعتقاد رکھنا بالکل اجماعی مسئلہ ہے۔ اس میں پونے چودہ سو سال سے مسلمانوں میں کسی کو اختلاف نہیں۔

عمل کی کوتاہی گناہ تو ہوتی ہے۔ مگر نجات کو بالکل روک دینے والی نہیں ہوتی۔ تو یہ با سزا کے بعد نجات کی اُمید قائم رہتی ہے۔ لیکن اعتقاد کی کوتاہی انسان کے دین و ایمان کے پرخچے اڑا دیتی ہے۔ نہ اسلام باقی رہتا ہے نہ نجات کی کوئی اُمید گاہ۔

علمائے حنابلہ کی مایہ ناز کتاب المغنی (ج ۱۱ صفحہ ۹۴) میں ہے کہ "قربانی کا شرعی حکم ہونا قرآن شریف، حدیث پاک اور اجماع اُمت سے ثابت ہے اور تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ قربانی ایک شرعی حکم ہے۔"

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مصنّفہ ملا علی قاری حنفی (ج ۲ صفحہ ۲۵۹) میں ہے "شریعت کے تمام دلائل سے قربانی کا شرعی حکم ہونا ثابت ہے اور تمام اُمت کا اس پر اجماع ہے۔ اسی لئے فقہائے اُمت نے قربانی کا شریعت کا حکم ہونے سے انکار کرنے کو کفر قرار دیا ہے۔"

فتاویٰ حنفیہ کی معتبر ترین کتاب ردالمختار شامی (ج ۵ صفحہ ۲۹۵) میں الاشباہ والنظائر سے نقل کیا کہ اصل وتر اور اصل قربانی کا منکر کافر ہے۔ ویکفر بانکار اصل الوتر والاضحیہ اور آگے لکھا ہے کہ "شافعی حضرات میں سے بعض محقق بزرگوں نے صاف صاف لکھ دیا ہے۔ کہ جو شخص روزانہ کی مؤکدہ سُنّتوں یا عیدین کی نماز کا منکر ہے۔ وہ کافر ہے۔ کیونکہ ان کا دینی کام ہونا بالبداہت ثابت ہے" اور ظاہر ہے کہ قربانی کا دینی کام ہونا بھی بالبداہت ثابت ہے۔

محقق عصر علامہ شوکانی نے نیل الاوطار (ج ۴ صفحہ ۳۴۲) میں قربانی کے بارہ میں جن جن امور پر ساری اُمت کا اتفاق ہے۔ ان کو اس طرح شمار کیا ہے (۱) قربانی ایک شرعی حکم ہے۔ اس باب کی ساری حدیثیں اس کی کھلی دلیل ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں جیسے کہ بحر (نام کتاب) میں ہے۔ (۲) اس پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ کہ یوم النحر یعنی ۱۰ ذی الحجہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام عملوں سے زیادہ محبوب قربانی کرنا ہی ہے (۳) اور اس پر بھی اتفاق ہے۔ کہ قربانی قیامت کے دن انہی صفات و حالات پر آئے گی۔ جن صفات و حالات پر یہاں کی جائے گی۔ (۴) اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کا درجہ پا لیتا ہے (۵) اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ اور آیت وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ کا اتباع ہے۔ (۶) اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ قربانی کرنے والے کو ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے (۷) اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ گنجائش والے کو قربانی چھوڑنا گناہ ہے۔ (۸) اور اس پر بھی اتفاق ہے۔ کہ ان دنوں میں قربانی سے زیادہ افضل کسی کام میں روپیہ خرچ نہیں کیا جا سکتا۔

اماماں اُمت میں سے بعض کے نزدیک قربانی کو لفظ سُنّت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی حقیقت تو آگے عرض ہوگی۔ اور غلط فہمی کے منشا کا ازالہ بھی انشاءاللہ ہوگا۔ لیکن اگر بالفرض سنت انہی معنے سے جو عام طور سے سمجھے جاتے ہیں۔ سمجھ لیا جائے۔ تو بھی اوپر شامی کے نقل کردہ قول علمائے شافعیہ کی تحقیق میں معلوم ہو چکا ہے۔ کہ جو سُنّت بالبداہت دین کا کام ہو۔ اس کا انکار کرنا بھی اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

عنایہ شرح ہدایہ (حاشیہ فتح القدیر ج ۸ صفحہ ۴۲۷) میں ہے کہ "حدیث مَنْ تَرَكَ سُنَّتِیْ لَمْ تَنَلْهُ شَفَاعَتِیْ (جس نے میری سُنت ترک کر دی اس کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی) اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ عقیدہ کے درجہ میں اس کو سنت نہ سمجھے یا سنت تو سمجھیں مگر سب لوگ مل کر چھوڑ بیٹھیں تو ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ کیونکہ کسی سنت کا بالکل ترک کر دینا حرام ہے۔ اسی لئے اُن لوگوں سے مسلمانوں کو جنگ کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ جو اذان دینا بالکل چھوڑ بیٹھیں۔ کیونکہ سُنت رسولؐ کو زندہ رکھنا واجب ہے۔"

مسلمانوں پر جنگ کرنا ان لوگوں سے فرض ہوتا ہے۔ جو مسلمان نہ ہوں یا مسلمان نہ رہیں اس تحقیق فقہی سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ سنت کے عقیدہ کو چھوڑ دینا اسلام سے استعفا دینا ہے۔ اور مستحق جہاد بن جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ باوجود عقیدہ ہونے کے بھی ایسی سُنت کو پوری قوم کا چھوڑ دینا ان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اور مسلمانوں کا جہاد ان کے خلاف فرض کر دیتا ہے۔

سورہ حج کی آیت ہے۔

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ ○

ترجمہ:۔ جو اللہ تعالیٰ کے شعائر یعنی اسلامی خصوصیات کے احکام کی تعظیم کریگا تو یہ دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔

تفسیر روح المعانی (ج ۱۷ صفحہ ۱۳۶) میں ہے۔ کہ "حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مجاہدؒ و حضرت عکرمہؒ اور اکابر مفسرین قرآن کی ایک جماعت نے ان شعائر اسلام کی تفسیر ہدی اور قربانی کے جانوروں سے کی ہے" اور اسی سورۃ کی اس سے آگے کی آیت سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ قربانی بھی اسلام کے ان شعائر اور خصوصی احکام میں سے ہے جس کی عظمت دل کا تقویٰ اور جس کا ترک دل کا روگ ہے۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (اور اونٹ گائے وغیرہ کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے شعائر بنا دیئے ہیں۔

لہٰذا قربانی اسلامی شعار اور خصوصی حکم ہے۔ اس پر عمل رضائے الٰہی کا خاص کام اور اس کا چھوڑ بیٹھنا یا اس کو کسی اور شکل میں تبدیل کرنا زبردست جرم ہے۔

فرض و واجب اور سُنت مؤکدہ تو بڑی چیز

ہیں۔ سنت غیر موکدہ جو بطریق عبادت حضور سے ثابت ہے۔ وہ بھی اونچی چیز ہے۔ سنت غیر موکدہ جو بطریق عبادت بھی نہ ہو۔ بطریق عادت ہی ہو کہ عادت مبارکہ حضور کی اس طرح تھی اس کی تحقیر یا اس کا مذاق اڑانا بھی اسلام کو باقی نہیں رہنے دیتا۔ اور یہ بالکل کھلی بات ہے کہ اس سنت کی تحقیر بھی صاحب سنت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر بن رہی ہے۔ پھر اسلام کہاں رہ گیا۔

شاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ نے جو ایک زبردست اور ملک کے چوٹی کے علمائے دین کی جماعت سے فتاویٰ کی کتاب مدون کرائی ہے۔ اور عرب و عجم کی دل کی گہرائیوں سے وہ خراج تحسین وصول کر رہی ہے۔ اسی فتاویٰ عالمگیری (ج ۳ صـ ۱۶۱) میں ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی دوسرے سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تھے۔ انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے۔ اس پر دوسرے شخص نے یہ کہہ دیا کہ یہ بے تہذیبی ہے۔ تو یہ کہنے والا کافر ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سب انبیا کے سردار ہیں۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" حضورؐ کی سنت کا خواہ مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ بطریق عبادت یا بطریق عادت۔ بہت بڑا درجہ ہے۔ دوسرے انبیاء کی سنتوں میں سے بھی کسی ایک کی کسی ایک سنت کی تحقیر تو تحقیر ناپسندیدگی بھی کفر ہے۔ اسی فتاویٰ عالمگیری (ج ۳ صـ ۱۶۰) میں ہے۔ "جو شخص کسی بھی نبی کا اقرار نہ کرے گا۔ یا رسولوں کی کسی ایک کی بھی کسی سنت کو ناپسند کرے گا۔ وہ بالکل کافر ہو جائیگا"

جب غیر موکدہ سنتوں اور عادت کی سنتوں کا انکار یا تحقیر و مذاق اسلام سے خارج کرتا ہے۔ تو ایک واجب کا حکم تو اس سے بہت بلند ہے اس کے انکار اور تحقیر یا مذاق اڑانے کا حکم خود سمجھ لیجئے۔

لہٰذا خوب ہوشیار رہیئے ایمان کے ڈاکوؤں سے۔ اپنے ایمان کی حفاظت کیجئے شیطان اور شیطان بصورت انسان لوگوں سے سخت احتیاط کے ساتھ بچتے رہیئے۔ جو آج تمام قوم کی قوم کو ایسے واجب فعل کے چھڑانے یا اس کی ناپسندیدگی یا تحقیر یا مذاق اڑانے یا اس کے عقیدہ سے خالی کرنے کی کوشش میں لگ کر مسلمانوں کو اسلام سے باہر نکال پھینکنے کی تدبیریں کر رہے ہیں۔

قربانی واجب ہے

فقہ احناف کی سب ہی کتابوں میں درج ہے۔ کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور تمام احناف کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ اور واجب عمل کے درجہ میں فرض ہی ہوتا ہے۔ جس کو چھوڑنے والا فاسق اور سخت گناہگار ہے۔ حرام کا مرتکب ہے۔

فتح الباری شرح بخاری (ج ۱۰ صـ ۲) میں ہے قربانی امام شافعی کے نزدیک سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔ اور ایک روایت میں فرض کفایہ۔ امام مالک اور امام احمد کی ایک ایک روایت میں واجب اور جمہور کے نزدیک سنت موکدہ ہے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری (ج ۱۰ صـ ۲) میں علامہ ابن حزم سے نقل ہے۔ کہ "امام ابوحنیفہ سے یہ روایت بھی ہے۔ کہ قربانی فرض ہے۔"

علامہ عینی کی شرح ہدایہ (ج ۴ صـ ۱۶۷) میں ہے کہ "قربانی کا واجب ہونا امام اعظمؒ۔ امام محمد۔ امام زفر اور ایک روایت میں ابو یوسف اور امام مالک کا امام لیث، امام ربیعہ، امام ثوری۔ امام اوزاعی امام ہشام بن عبداللہ رازی کا قول ہے"

لہٰذا صرف یہی نہیں کہ احناف کے نزدیک واجب ہے۔ بلکہ امام شافعی کی ایک روایت میں فرض کفایہ اور امام مالک اور امام احمد کی ایک ایک روایت میں اور مذکورہ دوسرے آئمہ کے نزدیک بھی واجب ہے۔ اس لئے سنت کے لفظ سے گو سنت موکدہ ہی ہو۔ اس کا درجہ کم یا ہلکا نہیں سمجھا جا سکتا۔ بلکہ سنت کہنے کا مفہوم اور بھی ہوتا ہے۔

جو کام سنت یعنی حدیث شریف سے ہی ثابت ہو یا قرآن و حدیث دونوں سے ثابت تو ہو مگر حدیث شریف سے اس کا ثبوت زیادہ واضح ہونے کی وجہ سے اس کو حدیث شریف سے ثابت قرار دیا جائے۔ تو اسلاف علماء بعض دفعہ اس کو بھی سنت کہہ دیتے ہیں۔ گو وہ واجب ہی ہو۔ خود فقہائے احناف کے یہاں بھی اس کی نظیریں موجود ہیں۔ علامہ شامی نے صلوٰۃ العیدین کے باب میں لکھا ہے کہ "جامع صغیر میں جو نماز عید کو سنت لکھا ہے۔ یہ محض اس لئے ہے کہ اس کا ضروری ہونا سنت یعنی حدیث شریف سے ثابت ہے۔" لہٰذا سنت کہنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ وہ کام مسنون ہی ہو۔ واجب نہ ہو بلکہ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا ثبوت زیادہ واضح سنت اور حدیث سے ہے۔

دوسری اصطلاح یہ بھی ہے کہ بعض ائمہ ان تمام عبادات کو جو فرض نہ ہوں سنت بمعنی غیر فرض بھی کہہ دیتے اور واجبوں کو بھی سنت کے باب میں بیان کرتے ہیں۔

اس لئے بھی سنت کہہ دینے سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ وہ واجب نہ ہو مسنون ہی ہو۔ خصوصاً جبکہ ان کی بعض روایات میں واجب بھی نقل ہو اور دوسرے اماموں کے نزدیک فرض یا واجب ہو۔

تیسری بات یہ بھی ہے کہ دراصل امام اعظمؒ کے یہاں تو فرض و واجب دو الگ الگ حکم ہیں۔ جو عبادت دلیل قطعی الدلالتہ اور قطعی الثبوت سے ثابت ہو وہ فرض اور جو دلیل ظنی الدلالتہ یا ظنی الثبوت سے ثابت ہو وہ واجب ہے۔ اور بعض اماموں کے نزدیک فرض اور سنت کے درمیان کا کوئی درجہ ہی نہیں ہے۔ جو عبادت قطعی الثبوت و قطعی الدلالتہ سے ثابت ہو۔ فرض اور باقی سب سنت کہلاتی ہیں۔ قطعی الدلالتہ کا مفہوم یہ ہے کہ لفظوں میں دلیل کے ساتھ دوسرے معنے نہ ہوں اور قطعی الثبوت یہ کہ تواتر سے نقل ہو۔ یعنی ہر زمانہ میں اس کے نقل کرنے والے اس قدر تعداد کے ہوں کہ عقلاً ان کا کذب پر جمع ہونا محال ہو۔ دونوں صفتیں جس کی دلیل میں ہوں وہ فرض ہو گا۔ دونوں نہ ہوں یا ایک نہ ہو تو اس کو حنفیہ واجب اور دوسرے امام سنت کہہ دیتے ہیں۔ اس لئے حقیقت میں یہ اختلاف محض لفظوں کا اختلاف بن کر رہ جاتا ہے۔ مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔ کہ اس کا ثبوت قطعی الثبوت و قطعی الدلالتہ سے نہیں۔ حنفیہ اپنی اصلاح میں اس کو واجب اور دوسرے حضرات سنت کہدیتے ہیں۔ حاصل ایک ہی ہوتا ہے۔ تو دوسرے اماموں کے سنت کہنے سے یہ لازم نہ ہوگا کہ حنفیہ کی اصطلاح کے موافق سنت ہو۔ چنانچہ قربانی کو ابن المواز مالکی "سنت موجبہ" اور ابن حبیب مالکی "واجبات سنن" سے تعبیر کر رہے ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں سنت کہنے کے معنے بھی وہی ہیں۔ جن کو احناف واجب کہتے ہیں۔

چوتھی بات ایک اور بھی ہے۔ کہ سنت موکدہ کے مختلف درجے بھی ہیں۔ اعلیٰ اوسط، ادنیٰ وغیرہ ان میں جو اعلیٰ درجہ کی ہے وہ واجب کے بالکل قریب ہے۔ اس لئے کہیں اس کو واجب اور کہیں سنت موکدہ یا صرف سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ اختلاف بھی حقیقی اختلاف نہیں ہوتا صرف لفظی اختلاف ہوتا ہے۔ فقہائے احناف کے یہاں بھی فجر کی سنتیں اور جماعت سنت موکدہ کے اسی اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ یہاں تک کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ایک قول ان کے واجب ہونے کا بھی نقل ہے۔ اور جماعت کو دوسرے ائمہ نے واجب بھی کہا ہے۔ تو یہ اختلاف بہت باریک درجہ کے تفاوت کا اختلاف بن جاتا

ہے حقیقت میں دونوں اماموں کے منشا کی سرحدیں ملتی جلتی ہی ہوتی ہیں۔ ائمہ اربعہ کے اکثر اختلافات اسی نوعیت کے ہیں۔ اس لئے دوسرے حضرات کے سُنّت یا سُنّت موکدہ کہتے ہیں۔ قریب قریب واجب ہی مراد ہوتا ہے جبکہ ایک امام کے نزدیک واجب ہو۔

پانچویں بات یہ بھی ہے کہ گو حنفیہ کے نزدیک سنت وہ ہے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا محض فعل ہو۔ اور اس کا ترک کرنا گناہ ثابت نہ ہو۔ مگر بعض سُنّت مؤکدہ وہ ہیں۔ کہ ان کا ترک کرنا گناہ ثابت کرتا ہے۔ تو وہ ایسی سُنّت مؤکدہ ہیں جو گویا کہ واجب ہیں۔ علامہ شامی نے بحرالرائق سے نماز عید کے سُنّت و واجب ہونے کے اختلاف پر یہ نقل کیا ہے۔ کہ حقیقت میں یہ کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔ کیونکہ سُنّت سے مراد مؤکدہ ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ دونوں میں سے ایک کا بھی ترک کرنا درست نہیں ہے۔ اور جیسے مبسوط میں تصریح ہے۔ اور ہم بار بار کہہ چکے ہیں۔ کہ سُنّت مؤکدہ ہمارے نزدیک واجب کے ہی درجہ میں ہے — — — —

— — — — — — — — —

— — — اس لئے زیادہ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ سُنّت مؤکدہ کے ترک کر دینے سے ترک واجب کی طرح گناہ ہوتا ہے۔ (ج ۱ ص ۸۶۵) قربانی کے ایسے سُنّت موکدہ ہونے کو جو واجب کے درجہ میں ہو امام مالکؒ کی کتاب مدونہ کے یہ لفظ ثابت کرتے ہی من ترکہا اثم (جو اس کو چھوڑے گا گنا ہگار ہوگا) لہٰذا جن جن حضرات سے قربانی کا سنت ہونا نقل ہے مراد سُنّت موکدہ ہوتا ہے اور سنّت موکدہ یا خود واجب کے ہم معنے ہے۔ کہ ان کے یہاں غیر فرض کو سنت ہی کہدیتے ہیں یا اس درجہ پر ہے۔ جو واجب کے لگ بھگ ہے وجوب کے دلائل سے یہ بات اور واضح ہو جائے گی کہ مراد اسی درجہ کی سُنّت ہے۔ اور اسی درجہ پر ائمہ کا اختلاف ماننا چاہیئے تاکہ ایک دوسرے کے قریب ہوں۔ لہٰذا قربانی کا وہ درجہ ہے جو واجب ہے۔ اور عمل میں فرض اور مؤکدہ ہونے کا انتہائی درجہ ہے۔ اسی لئے کسی نے اس کو فرض کسی نے واجب اور کسی نے سُنّت مؤکدہ یا مطلقاً سنت کہدیا ہے۔ اور حقیقت سب کے نزدیک قریب قریب ایک ہی ہے۔ علامہ شامی نے تکبیر تشریق کے واجب یا سنت کے ہونے کے اختلاف پر بدائع الصنائع سے وجوب کی علامت اور واجب کو سُنّت کہہ دینے کا ایک نکتہ بھی بتایا ہے۔ کہ اس کو اہل علم نے نقل کیا اور سب نے اس پر عمل کرنے پر اجماع کیا ہے۔ اور واجب پر سُنّت کا لفظ بول دینا جائز ہے کیونکہ سُنّت وہ طریقہ ہے۔ جو پسندیدہ ہو یا وہ روشن ہے۔ جو مستحسن ہو۔ اور ہر واجب میں یہ صفت موجود ہے۔"

قربانی کو بھی سب اہل علم نے نقل کیا اور عمل سے اجماع کیا ہے۔ لہٰذا باوجود بعض حضرات کے سنت کہنے سے یہ واجب ہے کہ سُنّت کا یہ مفہوم اس پر صادق ہے۔

وجوب کے دلائل

(۱) سورہ کوثر میں ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (اپنے رب کے لئے نماز پڑھیئے اور نحر کیجئے) نحر ذبح کرنا قربانی کرنا ہے۔ اس کا حکم ہے۔ اور حکم فوری دواجب ہوتا ہے۔ نحر لغت میں سینہ کا اوپر کا حصّہ کہلاتا ہے۔ لیکن امام رازی نے یہاں نحر کی مراد میں متعدد احادیث سے حاصل شدہ مفسرین کے چھ قول درج کئے ہیں۔ (۱) قربانی کیجئے (۲) نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھئے۔ (۳) سینہ قبلہ کی طرف کیجئے۔ (۴) تکبیر کے وقت سینہ تک ہاتھ اٹھائے۔ (۵) دعا کے وقت سینہ تک ہاتھ اٹھائے (۶) دو سجدوں کے درمیان سینہ نکال کر بیٹھیے۔

لیکن ان چھ اقوال میں پہلا قول سینہ کے اوپر سے ذبح کرنا اور قربانی کرنا ہی قوی اور سب سے راجح ہے اس کے قوی و راجح ہونے پر دس دلیلیں قائم ہیں۔ اس لئے یہاں قربانی کرنے کا حکم مراد ہونا ہی قوی ہوگا۔ اور قربانی کا وجوب ثابت۔

(ا) تفسیر کبیر میں ہے کہ عام مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ کہ ساری اُمّت کے مفسر اعظم حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے نماز عید اور قربانی کو ہی اختیار کیا ہے۔

(ب) پہلا قول یعنی قربانی مراد ہوتا نماز سے الگ چیز ہے اور باقی پانچ قول نماز کے ہی متعلقات میں سے ہیں۔ نماز کے اندر یا پہلے یا بعد کے افعال جب فَصَلِّ (نماز پڑھیئے) میں نماز مع متعلقات ذکر ہو چکی ہے۔ تو اب وَانْحَرْ جو حرف عطف سے آیا اور عطف کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے پہلا اور پچھلا حکم ایک دوسرے کا غیر ہوں۔ یہ اس کی دلیل ہے۔ کہ وَانْحَرْ سے وہ حکم مراد ہے۔ جو نماز و متعلقات نماز کا غیر ہو۔ الگ ایک حکم ہو تاکہ جُز اصلی یا حکمی کا عطف کل پر لازم نہ آئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بلاغت کے قاعدہ سے تاسیس یعنی نئے لفظ کے نئے معنے تاکید سے کہ نئے لفظ سے پہلے ہی معنے یا اس کا جُز مراد لینے سے مقدم اور افضل ہے۔ اس لئے وَانْحَرْ کے وہ معنے قوی ہوں گے۔ جو پہلے لفظ سے بالکل غیر اور نئے ہوں بعینہٖ وہی یا اس کا حقیقی و حکمی جزء نہ ہوں۔ اس لئے وَانْحَرْ کے معنے قربانی کرو ہی لینا قوی ہے۔ جو نماز کا غیر ہے۔ باقی تفسیریں غیر نہیں متعلقات ہیں۔

(ج) قرآن مجید کا معمول یہ ہے کہ ہر جگہ نماز کے بعد مالی عبادت کا ذکر آتا ہے۔ زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا کہ جس میں زکوٰۃ بھی داخل ہے اس معمول کے مطابق یہاں بھی نماز کے ساتھ مالی عبادت کا ذکر ہونا اس کی مراد میں قوی ہوگا۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال جمع ہی نہ رہتا تھا۔ اس لئے زکوٰۃ کا حکم نہیں ہوا قربانی کا ہوا۔ دوسری بات یہ کہ فرض کے ساتھ فرض کا ہی حکم ہونا قوی ہے۔ تو حضور پر نماز بھی فرض اور قربانی بھی فرض تھی۔ آگے احادیث میں معلوم ہوگا۔ کہ قربانی حضور پر فرض اور اُمت پر واجب ہوئی تھی۔ اس لئے قربانی مراد لینا ہی قوی ہے۔

(د) وَانْحَرْ کا عطف صَلِّ پر ہے لہٰذا لِرَبِّكَ (اپنے رب کے لئے ہی) کا تعلق اس سے بھی ہوا یعنی صرف اپنے رب کے لئے نماز پڑھو۔ اور صرف اپنے رب کے لئے ہی نحر کرو۔ اس طرح یہ رَدّ ہے کافروں کا جو بتوں کے لئے ذبح کیا کرتے تھے۔ کہ ذبح میں اللہ کے سوا کسی کی قطعاً کوئی نیّت نہ ہو۔ اگر یہ لفظ نماز کے متعلقات میں سے کسی بات کے لئے ہوتا تو اس عطف کی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ جب کل نماز کے لئے اپنے ہی رب کے لئے ہونے کا بیان ہو چکا تھا تو جزو حقیقی و حکمی کے لئے بھی ہو چکا تھا۔ کل کے بعد جُز کے حکم کی ضرورت نہ تھی۔ اور قربانی نماز سے الگ چیز ہے۔ اس کے لئے اس حکم کی ضرورت تھی۔ خصوصاً جبکہ دوسرے لوگوں میں اس کے مخالف رواج بھی تھا۔ اس لئے بذریعہ عطف لِرَبِّكَ کا تعلق اسی کو قوی بناتا ہے۔ کہ وانحر سے قربانی مراد ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر وانحر سے نماز کے متعلقات میں سے کوئی مراد ہوتا تو آگے فِيهَا کا لفظ درکار تھا کہ نماز میں نحر کرو۔ یعنی سینہ پر یا سینہ تک ہاتھ یا سینہ قبلہ کی طرف یا نکال کر رکھئے تو ثابت ہوا کہ یہ نماز کے متعلقات کے علاوہ کا کوئی حکم ہے۔ جو یہاں قربانی کرنا ہے۔ لہٰذا وہی قوی و راجح ہے۔

(ہ) انسان دو تعلقوں میں خدائی احکام کا پابند بنایا گیا ہے۔ اور عبدیت کا مدار انہی دونوں تعلقات میں احکام الٰہی کی پابندی ہے۔ ایک تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور ایک تعلق بندوں کے ساتھ فَصَلِّ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کے تعلق کے احکام کی بجا آوری بیان ہوئی ہے۔ تو وَانْحَرْ میں بندوں پر شفقت و احسان کے تعلق کے احکام کی بجا آوری ہونی ضروری ہے۔ اور یہ جبھی ہوگا کہ جب اس لفظ سے متعلقات نماز مراد نہ ہوں کوئی ایسا حکم مراد ہو جو انسانوں کے تعلق سے وابستہ ہو ورنہ صرف ایک نوع کا حکم بیان ہوگا۔ اور ایک نوع کا چھوٹ جائے گا۔ اور یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ وَانْحَرْ سے قربانی کرنا مراد ہو۔

(ز) نحر کے معنی گو لغت میں سینہ کے اُوپر کے حصہ ہیں ۔ اور اس صیغہ کے معنے کوئی ایسے ہی معنے ہو سکتے ہیں ۔ جو سینہ سے تعلق رکھتے ہوں ۔ قربانی کرنا جو سینہ کے اُوپر ہوتا ہے ۔ یا دوسرے معنے جو پانچ عدد تفسیروں میں مذکور ہیں ۔ لیکن عرف میں جو معنے عام اور مشہور ہوں گے ۔ وہ عرفی حقیقت ہیں اور باقی مجازی اور اصولِ فقہ ، بلاغت اور لغت کا قاعدہ ہے ۔ کہ جب کسی معنے کے مراد ہونے پر کوئی دلیل موجود نہ ہو تو صرف حقیقی معنے مراد ہوتے ہیں ۔ مجازی معنے بغیر کسی ایسی دلیل کے جس سے حقیقی معنے کا ترک اور مجازی کا مراد ہونا ثابت نہ ہو درست نہیں ہوتے ۔ یہاں ان صیغوں کے عام اور مشہور معنے ذبح اور قربانی ہی کے ہیں اور قرآن شریف کے لفظوں میں کوئی بھی دلیل متعلقات نماز مراد ہونے اور قربانی مراد نہ ہو سکنے کی نہیں ۔ اس لئے حقیقی عرفی معنے قربانی کے ہی لینا قوی تر ہیں ۔ خصوصاً جبکہ ان معنے کے مراد ہونے پر متعدد دلیلیں قرآن مجید کے ہی لفظوں اور مفہوم سے حاصل ہو رہی ہوں اس لئے یہی مراد سب سے زیادہ راجح اور قوی بلکہ گویا متعین ہو گی ۔ ابوبکر حصاص نے احکام القرآن (ج ۳ ص ۵۸۵) میں لکھا ہے کہ "اس لفظ کے حقیقی معنے قربانی کے ہی ہیں ۔ جب بلا کسی قرینہ کے یہ لفظ بولا جاتا ہے تو ذبح کے علاوہ اور کوئی معنے نہیں سمجھے جاتے ۔ جب کوئی کہے گا نحر فلان الیوم آج فلاں نے نحر کیا ہے ۔ تو اس سے جانوروں کے ذبح کے معنی ہی سمجھے جاتے ہیں سینہ پر ہاتھ رکھنا وغیرہ کوئی نہیں سمجھتا" ۔ یعنی علمائے لغت و بلاغت کے نزدیک بالاتفاق جو علامت حقیقی معنے ہونے کی ہے ۔ کہ بلا قرینہ سمجھے جاتے ہوں ۔ یہ علامت صرف انہی معنے قربانی کرنے میں پائی جاتی ہے ۔ لہٰذا یہی معنے حقیقی ہیں دوسرے سب مجازی ہیں ۔ جو بغیر کسی دلیل قوی کے مراد نہیں ہو سکتے ۔ اور یہاں ان کی کوئی دلیل نہیں مل سکتی ۔

(ح) فَصَلِّ میں فا ہے اور وَانْحَرْ اس پر عطف ہے ۔ تو یہ دونوں حکم اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ عطائے کوثر پر مرتب اور بطور شکر حکم ہیں ۔ گو دوسری وجہ سے بھی یعنی جان کے فدیہ کی وجہ سے بھی ہو تو اس نعمت عظیمہ کے شکر میں دو عظیم الشان عبادتوں کا حکم ہوا ہے ۔ ایک بدنی عبادت نماز کا فصل دوسری مالی عبادت قربانی کا وَانْحَرْ اس لئے اگر نحر سے قربانی مراد نہ لیا گیا تو شکریہ کی دو نوعوں میں سے صرف ایک ہی رہ جائے گی ۔ اور نصف شکر ادا ہو گا ۔ لہٰذا نحر سے قربانی مراد لینا ہی قوی ہے ۔ تاکہ شکر کی دونوں نوعیں عظیم الشان باقی رہیں ۔ عظیم الشان نعمت کا شکر بھی عظیم الشان طریق پر ہوتا ہے ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سَو اُونٹ تک قربان فرمائے ہیں ۔ علاوہ اس کے کہ ہمارے حضورؐ کو یہ عظیم المرتبہ نعمت حوض کوثر عطا ہوا ہے ۔ تو ہم پر بھی شکر واجب اور علاوہ اس کے کہ حضورؐ کا اتباع واجب تو ان کا طریق شکر بھی واجب ......

.... خود حوض کوثر کا انعام ہم پر بھی ہے ۔ کہ حضورؐ کل اُمّت کو اس سے سیراب کریں گے ۔ تو خود ہم پر براہ راست بھی شکر واجب اور دونوں نوع کا واجب نماز بھی قربانی بھی ۔

(ط) ممکن ہے کسی کو خیال ہو ۔ کہ جب تفسیر میں دوسرے قول بھی ہیں ۔ اور ان اقوال کی بنیاد حدیثوں پر ہے ۔ تو وہ حدیثیں بھی تو اس کا قرینہ و دلیل ہو سکتی ہیں ۔ کہ یہاں قربانی مراد نہ ہو دوسرے ہی معنے مراد ہوں ۔ تو تفسیر روح المعانی (ج ۳۰ ص ۲۴۸) میں ہے ۔ کہ "دوسرے اقوال کی جو روائتیں ہیں ۔ ان میں محدثین کو کلام ہے" اور تفسیر ابن کثیر (ج ۴ ص ۵۵۹) میں ان روایتوں میں سے بعض کو موضوع اور بعض کو ضعیف ثابت کر کے بتایا ہے ۔ کہ "صحیح پہلا ہی قول ہے ۔ کہ نحر سے مراد قربانی کا ذبح کرنا ہے" ۔

(ی) ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے ۔ کہ یہ آیت غزوہ حدیبیہ کے وقت نازل ہوئی ہے ۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ قربانی کیجئے اور یہاں سے واپسی اختیار کر لیجئے ۔ حضور اُٹھے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی اور خطبہ دیا ۔ پھر اونٹوں میں تشریف لے گئے اور قربانیاں کیں ۔ تو یہ ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۴۶)

(ک) حضرت ابن عباسؓ ، عطاء ، مجاہد ، عکرمہ حسن بصری ، قتادہ ، محمد بن کعب قرظی ، ضحاک ، ربیع ، عطاء خراسانی ، حکم اور سعید بن ابی خالد صحابہ و تابعین اور بہت اسلاف نے یہی تفسیر کی ہے ۔ کہ اس سے جانوروں کا قربانی کرنا مراد ہے ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۵۸)

سوال ہو سکتا ہے ۔ کہ یہ حکم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے ۔ تمام مسلمانوں پر کیوں واجب ہے ۔ جواب یہ ہے کہ ہم کو حق تعالےٰ نے حضور کے اتباع کا حکم دیا ہے ۔ وَاتَّبِعُوْهُ (تم سب ان کا اتباع کرو) اور فرمایا ہے ۔ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (کہہ دیجئے تم سب میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بنا لیں گے) اور ارشاد ہے وَلَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے) اس لئے جو حضور کے لئے ضروری ہے اتباع کی وجہ سے ہمارے لئے بھی ضروری ہے ۔ دوسری بات یہ کہ یہ حکم حوض کوثر کے شکریہ میں بھی ہے ۔ اور جب ہمارے حضور کو ایسی نعمت ملی تو ہم امتیوں پر بھی اس کا شکر واجب ہے ۔ تیسری بات یہ ہے کہ حضور اپنی اُمّت کو اس سے سیراب کریں گے تو یہ انعام ہم پر بھی ہے ۔ اس لئے براہ راست بھی ہم پر شکر واجب ہے ۔

دوسرا سوال ہو سکتا ہے کہ پھر فرض کیوں نہیں کہتے جبکہ راجح و قوی اور بہت دلیلوں سے ثابت ہے ۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ۔ جواب یہ ہے ۔ کہ فرض ہونا تو ایسے لفظ سے ثابت ہوتا ہے ۔ جس میں صرف ایک ہی معنی ہوں ۔ دوسرے معنے نہ ہوں قرآن شریف کا ہر ہر لفظ قطعی الثبوت تو ہے ۔ مگر جس لفظ میں دوسرے معنے بھی ہوں گے وہ قطعی الدلالۃ نہیں اور فرض کے ثبوت کے لئے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دونوں باتوں کا ہونا ضروری ہے ۔ یہاں اس لفظ میں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہے ۔ جو دوسری تفسیریں حدیثوں سے ثابت کی گئی ہیں ۔ گو وہ حدیثیں ضعیف بھی ہوں ۔ مگر ضعیف تو کمزور کو ہی کہتے ہیں بے اصل اور بناوٹی کو نہیں کہتے ۔ اور گو بعض کو محدثین نے موضوع و بے اصل بھی کہا ہے ۔ مگر سب تو ایسی نہیں ہیں ۔ اس لئے بالکل ایک معنے معین ہوں ۔ دوسرے کا بادلیل احتمال نہ ہو ۔ یہ بات نہیں ہے ۔ اس لئے علمائے احناف کے یہاں انتہائی احتیاط یہ ہے کہ وہ ایسی دلیل سے فرضیت ثابت نہیں قرار دیتے وجوب ثابت کرتے ہیں ۔ گو انہی معنے کے راجح و قوی ہونے پر دلائل خود قرآن مجید اور حدیث شریف سے دس گیارہ موجود ہیں ۔ لہٰذا وجوب ہی احتیاط کا حکم ہوا ۔ جو عمل میں فرض کے برابر ہی ہوتا ہے ۔ صرف طریقہ ثبوت میں فرق ہوتا ہے ۔

تیسرا سوال یہ ہو سکتا ہے ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے "تین چیزیں ہیں ۔ جو مجھ پر فرض ہیں ۔ تم پر فرض نہیں (۱) چاشت کی نماز ، (۲) قربانی اور وتر ۔ جواب یہ ہے کہ ہم پر فرض نہ ہونے سے واجب نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا ۔ بے شک فرض نہیں مگر واجب ضرور ہے جس کے واجب ہونے کی دلیلیں مل رہی ہیں ۔ پھر علامہ ابن حجر شارح بخاری کہتے ہیں ۔ کہ یہ حدیث ضعیف ہے ۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳) علامہ عینی نے بھی شرح ہدایہ میں اس کو ضعیف بتایا ہے (ج ۴ ص ۱۶۷) اور دارقطنی کی روایت میں آگے یہ لفظ ہیں هُنَّ لَكُمْ تَطَوُّعٌ (یہ تینوں تم لوگوں کے لئے تطوع ہیں) شرح ہدایہ میں ہے ۔ کہ یہ حدیث بھی ضعیف ہے (فتح القدیر ج ۸ ص ۱۲۸)

دوسری بات یہ ہے کہ علمائے اسلاف کے استعمال میں لفظ تطوع نفل کے معنے کے لئے خاص نہ تھا ۔ بلکہ غیر فرض معنے میں استعمال ہوتا تھا ۔ اس لئے اس لفظ سے غیر فرض ہونا مراد ہو گا ۔ فقہائے احناف کے یہاں بھی گو وتر واجب ہیں ۔ مگر بہت سے فقہا نے ان کو ابواب تطوع میں ذکر کیا ہے ۔ کیونکہ تطوع

کے اصل معنے ہی غیر فرض کے ہیں۔

چوتھا سوال یہ ہو سکتا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور قربانی کے احکام مدینہ منورہ میں آئے ہیں۔ اس لئے اس سورت کی آیت سے قربانی پر دلیل لینا صحیح نہیں۔ جواب اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ اور ۲ میں جو حدیث نقل ہو چکی ہے۔ اس سے مدنی ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ صاوی حاشیہ جلالین میں ہے۔ کہ حسن، عکرمہ، مجاہد اور قتادہ نے اس کو مدنی قرار دیا ہے۔ امام رازی کہتے ہیں۔ کہ مکی ہونے پر یہ پیش گوئی ہوگی۔ کہ حق تعالیٰ حضورؐ کو اتنی گنجائش عطا فرمائیں گے۔ دوسرے جیسے ۲ میں گذرا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کا کہنا حضورؐ کا عمل کرنا اور راوی کا اس کو آیت کی تفسیر قرار دینا اس کی دلیل ہے۔ کہ اگر یہ مکی ہو تو اس کے حکم کے ظہور کا وقت اور اسپر عمل کی صورت مدینہ منورہ میں اس طرح ہوئی تو بھی قربانی اس آیت کا حکم بنتی ہے۔ لیکن تفسیر روح المعانی میں اتقان سے نقل ہے۔ کہ اس سورت کا مدنی ہونا ہی صحیح ہے اور بتایا ہے کہ امام نودی شارح مسلم نے مسلم شریف ابو داؤد نسائی۔ بیہقی اور مسند امام احمد کی حدیثوں سے مدنی ہونے کو ہی راجح قرار دیا ہے۔ (ج ۳۰ ص ۳۴۴) تفسیر ابن کثیر میں بھی شان نزول کی کئی حدیثیں نقل کر کے سورت کے مدنی ہونے کو ترجیح دی ہے۔

(۲) قربانی کے واجب ہونے کی دوسری دلیل یہ آیت ہے۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ (سورہ حج ۶۷)

ہم نے ہر اُمّت کے لئے قربانی مقرر کی ہے جس کو وہ کرتے ہیں۔ تو یہ لوگ اس کام میں آپ سے نزاع نہ کریں۔

مَنْسَكُ نسک گو ہر عبادت کو لغت کے اعتبار سے کہا جا سکتا ہے۔ لیکن احکام القرآن للجصاص (ج ۳ ص ۳۰۵) میں ہے۔ کہ یہاں حضرت ابن عباسؓ نے منسک کی تفسیر عید سے اور مجاہدؒ قتادہؒ نے منیٰ میں خون بہانے کی جگہ سے اور عطاءؒ و مجاہدؒ نے ذبیحہ سے کی ہے۔ اور حضرت برا ابن عازبؓ کی حدیث میں ہے۔ کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید الضحیٰ کے دن جب تشریف لے چلے تو فرمایا اس دن میں ہمارا پہلا نسک (عبادت) نماز ہے پھر ذبح" تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور ذبح دونوں کو نسک فرمایا ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے۔ کہ نسک کا لفظ عبادتوں پر بھی بولا جاتا ہے مگر اہل زبان کی اکثری عادت یہ ہے۔ کہ جب بلا کسی قید کے استعمال ہوگا۔ تو ثواب کے لئے ذبح کرنے پر بولا جائے گا۔ آیت فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ (تو فدیہ ہے روزے یا صدقہ یا جانور کا ذبح) میں صرف یہی جانور کا ذبح مراد ہو سکتا ہے۔ اور اگر تمام عبادات بھی مراد ہوں تو بھی ذبح ان میں ایک عبادت ہے۔ لہٰذا اس کا حکم ہونا بھی ثابت ہے۔ یعنی اس لفظ کے حقیقی عرفی معنے جانور ذبح کرنے کے ہی ہیں۔ بلا کسی قرینہ کے یہی مراد ہو سکتے ہیں۔ دوسرے معنے کے لئے کسی قرینہ و دلیل کی ضرورت ہوگی۔ جب یہاں کوئی قرینہ نہیں۔ تو صرف یہی معنے ہیں۔

روح المعانی (ج ۱۷ ص ۱۶۸) میں ہے کہ حضرت مجاہدؒ کا قول ہے کہ منسک سے یہاں مراد ذبح کرنا ہے۔ اس حدیث کو حاکمؒ نے روایت کیا اور صحیح کہا ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی بن الحسنؓ سے اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے اور عبد بن حمید نے عکرمہ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔ اور نزاع کرنے والے مشرکین قرار دئے ہیں۔ اور وہ نزاع کی بات یہی ذبح کرنا ہی ہے۔ کیونکہ شان نزول کی روایت میں ہے کہ بنی خزاعہ کے چند افراد بدیل بن ورقا بشیر بن سفیان اور یزید بن خنیس وغیرہ کا مسلمانوں کو یہ کہنا ہے۔ کہ تم کو کیا ہو گیا ہے جس کو تم مار ڈالتے ہو کھا لیتے ہو اور جس کو خدا مار ڈالتا ہے۔ اس کو نہیں کھاتے" پھر دوسری مرادوں کو رد کر کے لکھا ہے کہ "یہ معنے وہ ہیں کہ ان کی صحت میں کوئی شک نہیں۔ اور جو بھی حدیثوں کی عظمت رکھتا ہے۔ وہ اس کو دانتوں سے پکڑ لے گا۔ اور اس سے بہتر کوئی بات نہ پائے گا۔"

قرآن شریف میں نزاع کا ذکر ہے اور نزاع جانوروں کے ذبح کے بارہ میں ہے یہ اس کی صاف دلیل ہے۔ کہ یہاں منسک سے مراد جانوروں کا ذبح ہے۔ اور قربانی ہی مراد ہے۔ اور اگلی ایت بھی دلیل ہے۔

(۳) وجوب قربانی کی تیسری دلیل یہ آیت ہے

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (حج ۳۴)

اور ہر اُمّت کے لئے ہم نے قربانی مقرر کی ہے تاکہ جو چوپائے اللہ نے اُن کو عطا کئے ہیں۔ ان پر اللہ کا نام ذکر کیا کریں۔

یہاں بھی لفظ منسک ہے جو گو لغت میں قربانی کے معنی میں بھی ہے۔ اور دوسری عبادتوں کے معنے میں بھی آسکتا ہے۔ مگر منسک کا اس لئے مقرر ہونا کہ چوپایوں پر اللہ کا نام لیا جائے۔ یہ قربانی کے سوا اور کوئی عبادت ہو ہی نہیں سکتی۔ یہاں اور پہلی آیت میں بھی اس کے بیان سے ارشاد یہ ہے کہ ہر اُمّت کے لئے قربانی جس پر اللہ کا نام لیا جائے شرعی طریق سے مقرر فرما دی گئی ہے۔ جن میں اُمّت محمدیہ بھی داخل ہے۔ روح المعانی (ج ۱۷ ص ۱۳۹) میں ہے کہ "حضرت مجاہد نے یہاں اس کی تفسیر ذبح کرنے اور ثواب کے لئے خون بہانے سے کی ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر (ج ۳ ص ۲۲۱) میں حضرت ابن عباسؓ سے عید اور حضرت عکرمہؒ سے ذبح روایت ہے"۔ اللہ تعالیٰ کا مقرر کر دینا وجوب ثابت کر رہا ہے

(۴) وجوب کی چوتھی دلیل یہ آیت ہے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ (انعام ۱۶۳)

کہدیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی و موت صرف اللہ رب العالمین لاشریک کے لئے ہے میں اسی کا حکم دیا گیا ہوں۔

چونکہ یہ کہنے کا بھی حکم ہے کہ میں اسی کا حکم دیا گیا ہوں۔ اور حکم سے فرض یا واجب ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے قربانی واجب ہوئی۔

نسک کے معنے ذبح و قربانی کے بھی ہوتے ہیں اور عام معنے پر عبادت کے بھی چونکہ معروف حقیقی معنے قربانی کے ہی ہیں۔ اس لئے دوسرے معنے کا قرینہ و دلیل نہ ہونے کے وقت انہی حقیقی معنے کا مراد ہونا ضروری ہے۔ اور اگر عام معنے بھی مراد ہوں تو بھی قربانی ان کے اندر داخل ہے۔ اور حکم کے تحت آکر واجب

پھر یہ بھی تحقیق کر لینا ہے۔ کہ خود حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے اس لفظ سے قربانی کے معنے لئے ہیں۔ یا نہیں۔ اگر حضورؐ سے یہی معنے لینا ثابت ہو جائیں گے تو پھر آیت سے قربانی کے وجوب کا ثبوت بلا شک و شبہ ہو جائے گا۔

ترمذی وابو داؤد کی حدیث میں بھی جابرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن دو مینڈھے ذبح فرمائے، سینگوں والے سفید ہاتھ پاؤں والے خصی۔ جب اُن کو قبلہ رُو کیا تو یہ پڑھا۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَىٰ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ (جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۰۴)

قربانی پر حضورؐ کے یہ آیت پڑھنے سے ثابت ہوا کہ نسک سے یہاں قربانی ہی مراد ہے۔ یا عام مراد ہو تو قربانی بھی اس میں داخل ہے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے من ذبح بعد الصلوٰۃ تم نسکہ واصاب سنۃ المسلمین (جس نے نماز کے بعد ذبح

کیا۔ اس کی قربانی مکمل ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پا لیا) اور حضرت سعید بن جبیرؓ نے حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو فرمایا تھا کہ اپنی قربانی کے قریب موجود رہنا کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرہ سے تمہارا ہر گناہ بخش دیا جائے گا جو تم نے کیا ہوگا۔ اور یہ کہنا اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ حضرت علیؓ بھی قربانی کے ذبح کے وقت یہ پڑھا کرتے تھے۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ حضرت ابوبردہ بن نیار صحابیؓ نے یوم الاضحیٰ میں حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنا نسک (قربانی) جلد کر لیا ہے حضور نے فرمایا کہ ہمارا پہلا نسک اس دن میں نماز ہے پھر ذبح (احکام القرآن جصاص ج ۳ ص ۳۰۶) ان سب احادیث سے معلوم ہو گیا کہ آیت میں نسک سے قربانی کرنا ہی مراد ہے۔ جس کو فرمایا گیا ہے۔ کہ میں اسی کا حکم دیا گیا ہوں اسی لئے سب حضرات نے قربانی پر یہ آیت پڑھی ہے۔

سوال ہو سکتا ہے کہ یہ آیت سورہ انعام کی ہے۔ اور یہ سورت مکی ہے۔ اس وقت نازل ہوئی تھی کہ قربانی کے احکام نہ تھے۔

اس لئے اس سے قربانی مراد لینا درست نہیں

تو جواب یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی پر خود بھی اس کو پڑھا اور حضرت فاطمہؓ وحضرت علیؓ اور صحابہ کو تلقین فرمائی۔ تو اس سے ثابت ہو گیا کہ بطور پیشگوئی یا بطور عام ہونے کے یہ قربانی پر منطبق ہے۔ اور قربانی اس کے مفہوم میں جس کا حکم کیا گیا ہے۔ داخل ہے۔

(۵) پانچویں دلیل

قربانی کی اصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد ہے وَفَدَیْنَاہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ۔ (ہم نے اسمٰعیل (علیہ السلام) کا فدیہ عظیم الشان ذبح سے دے دیا) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر قربانی واجب تھی۔ چنانچہ ان لفظوں سے پہلے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا جواب حق تعالٰے نے بیان فرمایا ہے۔ اس سے وجوب ثابت ہے یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (اے میرے ابا وہی کیجئے جس کا آپ حکم دیئے جاتے ہیں) اس سے ان کو حکم ہونا معلوم ہو گیا۔ حضرت ابراہیم کو حکم تھا۔ ان پر قربانی واجب تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے فَبِھُدَاھُمُ اقْتَدِہْ (تو آپ ان نبیوں کے طریقوں کی اقتدا کیا کیجئے) اس لئے حضور پر واجب ہوئی اور دلیل اول کے آخر میں جو آیات درج کی جا چکی ہیں ان سے حضور کے اتباع میں ہم پر واجب ہے بعض لوگ شبہ کر لیتے ہیں۔ کہ یہاں ذبح سے ہدی مراد ہے قربانی مراد نہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ ہوشمند لوگ ایسی بات کیسے کہہ گزرتے ہیں۔ یہ واقعہ تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بالکل بچپن کا واقعہ ہے۔ جس وقت تک نہ کعبہ شریف کی تعمیر ہوئی تھی نہ حج کی فرضیت کا عام حکم آیا تھا۔ نہ احکام و جنایات نازل ہوئے تھے جن میں ہدی پیش آتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہدی تو وہ جانور ہے جو حرم شریف میں ذبح کرنے کے لئے باہر سے لے جایا جائے یا بھیجا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام باہر سے جانے والے ہی نہ تھے۔ اور پھر کوئی جانور لے نہیں گئے تھے۔ صرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ہمراہ لے گئے تھے۔ وہ بھی مکہ شریف کے حرم کے اندر سے منیٰ تک اگر ان کو ہی ہدی کیا جا رہا ہے۔ تو ایک اولوالعزم نبی کے حق میں بڑی گستاخی اور خطرناک بے ادبی ہے

اس آیت شریفہ کے صرف تین لفظوں میں بے مثال بلاغت کے ساتھ اس مسئلہ کی بہت گتھیاں سلجھ رہی ہیں مثلاً

(الف) فَدَیْنَا (ہم نے فدیہ دیا) ظاہر کر رہا ہے۔ کہ یہ قربانی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جان کا فدیہ تھی۔ اس سے کوئی دوسری غرض نہ سمجھنا چاہئے۔ اور پھر جن جن پر یہ حکم جاری فرمایا گیا ہے۔ ان کی جانوں کا سالانہ فدیہ ہوگا۔ فدیہ کیا ہے سب جانتے ہیں۔ کہ مصائب اور بلاؤں میں پھنسے ہوئے یا پھنسنے والے کے بدلہ میں اس کے ہم پلہ کوئی مال دے کر بچانا اور ان مصیبتوں اور بلاؤں سے بچانے کے لئے جو دیا جاتا ہے وہ فدیہ ہے۔ دُنیا جو رنج مصیبت اور بلاؤں اور امتحانوں کا گہوارہ ہے۔ اس میں ہر آنے والی جان کے لئے یہ سب باتیں ہیں۔ اگر کچھ مال دے کر ان آنے والی تمام یا بڑی بڑی یا کچھ سے بھی نجات مل سکے تو یہ فدیہ ہوگا۔ قربانی ان آنے والی آفتوں کے کل یا بعض کے بچاؤ کا ذریعہ اور فدیہ بنایا گیا ہے۔ لہٰذا اس کی غرض یہ تجویز کر لینا کہ مقصود غریبوں کا پیٹ بھرنا ہے۔ آیت کے مدلول کے خلاف ہوگا۔ پھر پیٹ بھرنے کے دوسرے طریقوں کو اس پر یا دوسری حاجتوں کو پیٹ بھرنے پر قیاس کرنا اور ان کو قربانی کا قائم مقام قرار دینا مقصود الٰہی کے خلاف اور ایک تحریف کی شان ہوگی۔ یہ فدی کا مضمون ہوا۔

(ب) ہم نے فدیہ بنایا ہے تم یا کوئی اور اپنی رائے سے فدیہ تجویز کرنے کا مختار نہیں ہو سکتا یہ منصب صرف ہمارا ہے ہم نے ہی بنایا ہے۔ اس کی حکمتیں صرف ہمیں جانتے ہیں۔ لہٰذا کوئی دوسرا اگر کسی قسم کا فدیہ تجویز کرے گا۔ تو وہ اس منصب کا دعویدار بننے کا مجرم اور اپنی جہالت کو خدائی حکمتوں کے مدِمقابل کھڑا کرنے کا گناہگار ہوگا۔ یہ سب فا سے ثابت ہوا۔

(ج) انسان اشرف المخلوقات کی جان کا فدیہ اور پھر ایک ہونے والے نبی کی جان کا فدیہ تجویز کرنا کسی اور کے بس کا کام ہی نہیں نہ کوئی کسی چیز کو ان کی برابر کا بنا سکتا ہے۔ نہ خدا تعالٰی کے یہاں اس کے فدیہ بننے اور قبول ہونے کی ذمہ داری کوئی اور لے سکتا ہے۔ "ہم نے بنایا" میں ارشاد فرما دیا کہ اس میں برکتیں ہم نے دیدیں اور اس کو برکتوں کی وجہ سے اسی جان کے قرب کا بنایا اور پھر محض اپنے فضل وکرم سے اس کو مقبولیت کا شرف عطا فرمایا ہے یہ سب نا سے معلوم ہوا۔

(د) بذبح (ذبح کرنے سے) اگر یہ لفظ ارشاد نہ ہوتا تو بہت چیزوں کا فدیہ بننے کا احتمال ہوتا۔ اور ان کی تعیین کی تلاش ہوتی۔ ذبح کرنے کو ظاہر فرما کر بتا دیا ہے۔ کہ تم جس جس چیز کو کہیں اور فدیہ بنتے دیکھو۔ اس کو جان کا فدیہ نہ سمجھ لو۔ اور پھر اس سے قربانی ادا ہونا نہ سمجھ بیٹھو۔ فدیہ ذبح کرنا ہے۔ خود جانور بھی فدیہ نہیں ہے۔ کہ سالم جانور دینے کو فدیہ سمجھ لو اس کا گوشت پوست بھی فدیہ نہیں ہے۔ نہ کوئی اور جز نہ اس کی قیمت۔ لہٰذا ان چیزوں سے نہ فدیہ ادا ہوگا۔ نہ قربانی صحیح ہوگی جان کا فدیہ جان ہے۔ (باقی آئندہ)

بچوں کا صفحہ

قربانی خلیل اللہ

جناب حاجی کمال الدین صاحب

پیارے بچو! جانتے ہو یہ قربانی کیا ہے لو سُنو آج کی صحبت میں اسی کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے پُوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانی کیا ہے ارشاد فرمایا یہ طریقہ ہے۔ تہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔ صحابہ نے پھر پوچھا اس میں ہمارے لئے کیا ثواب ہے۔ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ پھر صحابہ نے بھیڑ کے کھال کے متعلق پوچھا (یعنی کھال میں تو بے شمار بال ہوتے ہیں۔ کیا ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی) فرمایا۔ ہاں کھال کے ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی۔

عزیز بچو! ذرا حضورؐ کے اس ارشاد پر غور کرو۔ بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ملے گا کہ ایک قربانی کرنے سے لاکھوں، کروڑوں کیا بلکہ لاتعداد نیکیاں مل جائیں۔ بھیڑ، دُنبہ اور بکری کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں اُن کو اگر کوئی صبح سے شام تک گننے لگے تو شاید ختم نہ ہوں اتنے بے حساب ثواب کو دیکھتے ہوئے اگر کسی پر قربانی واجب نہ بھی ہو تب بھی خوشی سے قربانی دے۔ اور اس ثواب کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ خدا جانے کتنے دن کی زندگی ہے۔ یہ موقع ہاتھ آئے نہ آئے۔ جب یہ دن گزر گئے تو پھر یہ دولت نصیب نہ ہوگی۔ اور ایسی آسانی سے اس قدر نیکیاں ہرگز جمع نہ ہو سکیں گی آج اس کی قیمت کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔ کل میدانِ حشر میں اس کا پتہ چلے گا۔

حضورؐ کا دوسرا ارشاد سُنئے۔ فرمایا کہ بقر عید کے دن انسان کے تمام نیک اعمال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب عمل اللہ پاک کے نزدیک قربانی کا ہے اور یہ قربانی قیامت کے دن اپنے سینگ، بال اور کھُر کے ساتھ (صحیح سالم) آئے گی اور یقیناً قربانی (کا خُون) زمین پر گرنے سے پہلے حق تعالیٰ کے یہاں قبول ہو جاتا ہے۔ پس قربانی خوش دلی سے کیا کرو۔

سبحان اللہ! قربان جایئے اُس ذات پاک کے کہ اتنی معمولی سی بات پر کتنا بڑا انعام بخشتے ہیں۔ اب اگر کوئی مسلمان اس نعمت کو حاصل ہی نہ کرنا چاہے تو اس سے بڑھ کر اس کی اور کیا بدنصیبی ہوگی۔ پس چاہئے کہ نہایت خوشی کے ساتھ دِل کھول کر قربانی کریں اس لئے کہ معمولی دام خرچ کرنے سے اگر اتنی بڑی دولت ہاتھ آجائے تو پھر اور کیا چاہیئے بلکہ اگر خدا تعالےٰ نے دولت خوب دے رکھی ہے۔ اور کسی چیز کی کمی نہیں تو جہاں اپنی طرف سے قربانی دے وہاں اپنے گزرے ہوئے رشتہ داروں کی طرف سے بھی قربانی دے دے تاکہ اُن کی رُوح کو بھی اتنا بڑا ثواب پہنچ جائے۔ جیسے حضورؐ کی طرف سے۔ اپنے والدین کی طرف سے۔ اپنے پیر و مُرشد کی طرف یا اپنے بھائی بہنوں کی طرف سے وغیرہ وغیرہ ذرا سوچیئے کہ ہمیں تو یہ ثواب چند ٹکے دام خرچ کرنے سے ہی مل جاتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنے پیارے بیٹے کو ذبح ہی کرا دیا تھا۔ بڑا مشہور واقعہ ہے آپ نے اکثر سُنا ہوگا۔ مختصر طور پر اب بھی سُن لیجئے تاکہ یاد تازہ ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ مَیں اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو ذبح کر رہا ہوں۔ نبیوں کے خواب سچّے ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ نے یہی سمجھا۔ کہ خدائے تعالےٰ نے مجھ سے بیٹے کی قربانی مانگی ہے۔ آپ فوراً اِس کام کے لئے تیار ہو گئے۔ خیال آیا کہ ذرا بیٹے سے بھی پُوچھ لُوں وہ کیا کہتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میرے ارادے میں خلل ڈالے۔ آپ نے بیٹے سے خواب کا ذکر کیا۔ اور رائے پُوچھی۔ فرمانبردار اور سعادت مند بیٹے نے جواب میں کہا کہ ابّا جان! مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ جل شانہٗ کا حکم ہے۔ بڑی خوشی سے پُورا کیجئے مَیں ہر طرح سے حاضر ہوں اور اسی فرمانبرداری میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ آپ میری طرف سے بالکل بے فکر رہیں۔ انشاءاللہ مجھے صابر وشاکر پائیں گے۔ یہ جواب سُن کر باپ کو بے حد خوشی ہوئی۔ اور خدا تعالےٰ کا حکم بجا لانے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ باپ نے ایک چھُری بغل میں دبائی اور بیٹے کو لے کر باہر ایک کھلے میدان کی طرف چل پڑے اُدھر ماں کا حوصلہ دیکھئے کہ اُنہوں نے بھی اپنے جگر کے ٹکڑے کو اپنے ہاتھوں سے بخوشی رُخصت کیا اور ذرا بھی حیل وحُجت نہ کی۔ راستے میں شیطان لعین نے بُہت بہکایا مگر خدا کے خاص بندے شیطان کے پھندے میں نہیں آیا کرتے۔ وہ تو ہم جیسے نالائق ہوتے ہیں۔ کہ جہاں ذرا شیطان نے کان میں چکنی چپڑی باتیں کہیں بس اُسی کے پیچھے ہو لئے جب میدان میں پہنچے تو باپ نے بیٹے کو زمین پر لِٹا دیا۔ بیٹے نے کہا ابا جان! اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے دیکھ کر آپ کو رحم آنے لگے۔ اور اس نیک کام میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے۔ باپ نے ایسا ہی کیا اور چھُری تیز کر کے بیٹے کے گلے پر پھیرنی شروع کی۔ اپنے خیال میں تو آپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کر ہی ڈالا تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اپنی قُدرت سے اسمٰعیلؑ کی جگہ ایک دُنبہ بھیج دیا۔ یہ دُنبہ ذبح ہو گیا اور بیٹے کا بال تک بھی بیکا نہ ہُوا۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔ اے ابراہیمؑ بس کر۔ ہم تجھے آزمانا چاہتے تھے۔ سو آزما لیا۔ تم میرے نہایت فرمانبردار بندے ہو۔

بس اسی واقعہ کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے مسلمان ہر سال بقر عید کے موقع پر قُربانی دیتا ہے۔ عام لوگ تو اس قربانی کا مطلب فقط اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ کسی جانور کو ذبح کیا۔ اس کا گوشت کچھ تو خود کھایا اور کچھ دوستوں، رشتہ داروں اور غریبوں میں تقسیم کر دیا اور بس۔ یہ مطلب نہیں ہے خدا تعالےٰ گوشت کھال اور لہو کا محتاج نہیں کہ ہم سے جانوروں کی قُربانی کرواتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے اور یہ قربانی اس لئے کروائی جاتی ہے کہ جب مسلمان اپنے خریدے ہوئے جانور کو ذبح کرنے لگیں تو اُنہیں وہ قربانی یاد آجائے۔ جو حضرت ابراہیمؑ نے خدا تعالےٰ کے حضورؐ میں پیش کی تھی۔ اور اپنے دل میں یہ سمجھ لیں کہ جانور تو جانور اگر اللہ کی راہ میں اپنی جان بھی دینی پڑے تو کچھ پرواہ نہ کریں گے۔

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوہان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے، ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ
محکمہ جیل مغربی پاکستان

۶۰۴۷
رجسٹرڈ ایل

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۲۱۶۳۲ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۲۷۳/۲۴/۱۸ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر نے چھپا اور "خدام الدین" شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع کیا